إن الدين عند الله الإسـ

ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

جاری کردہ بحکم
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی: قائد جمعیۃ مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود

ظفر اللہ خاں — برطانوی مہرہ

ایک دفعہ قائد اعظمؒ نے چودھری سر ظفر اللہ خاں قادیانی کے بارے میں مجھ سے کہا "ظفر اللہ خاں برطانوی مہرہ ہے"۔ پاکستان بننے کے بعد جب یہی ظفر اللہ خاں قائد اعظمؒ کی کابینہ میں شامل ہوئے تو میں نے قائد اعظمؒ کو خط لکھا جس میں انہیں یہ جملہ بھی یاد کرایا لیکن جلد ہی بعد قائدؒ بیمار پڑ گئے اور میں جواب سے محروم رہا۔

از جناب سید ناصر محمود

(ہفت روزہ زندگی لاہور - ۲۴ دسمبر ۷۳ء)

رشوت کی پیشکش

"متحدہ جمہوری محاذ کی تحریک سول نافرمانی کے دوران تین ذمہ دار افسر میرے پاس آئے اور منہ مانگی رشوت کی پیشکش کرتے ہوئے مجھے کہا کہ میں محاذ کے راہنماؤں کو یہ تحریک ختم کرنے پر آمادہ کردوں، لیکن میں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ ہم ہر حال میں اپنا فریضہ انجام دیں گے۔"

ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ سے امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ کا خطاب

ایڈیٹر: زاہد الراشدی

یکے از مطبوعات
کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام
چوک رنگ محل لاہور

فی شمارہ
۵۰ پیسے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

احمد حسین کمال
جمعیتہ اکادیمی سی ۱۵۳ — کورنگی ۶ - کراچی ۳۱

ترکی راہنما ـــ عصمت انونو

آج ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء کی شب کو یہ اطلاع آئی کہ ترکی کے معمر سیاست دان عصمت انونو ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

عصمت انونو کون تھے اور کیا تھے، شاید آج کی نوجوان نسل کو اس کا مفصل علم نہ ہو۔ لیکن جن لوگوں نے برصغیر میں خلافت تحریک سے سول نافرمانی کی تحریک تک کے دوران سیاسی شعور سنبھالا تھا، وہ جناب عصمت انونو کے نام اور کارناموں سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۵۰ء تک ترکی کے صدر کی حیثیت سے بھی انہیں سیاست کا ہر طالب علم جانتا اور پہچانتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں ایشیا اور مسلم دنیا میں متعدد عظیم شخصیتیں ابھریں، جنہوں نے اپنے ملک، قوم اور ملت کی جدید تعمیر میں بے پناہ کردار ادا کیا اور اپنی اپنی ملتوں کو حیات نو بخش گئے عصمت انونو بھی اسی سلسلہ کے ایک فرد تھے۔

عہد حاضر کی تاریخ کا طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں ترکی سلطنت مکمل طور پر معرض زوال میں آ چکی تھی۔

ترک سلطنت کے اندرونی خلفشار اور مغربی ملکوں کی بیرونی سازشوں نے اس عظیم مملکت کے ڈھانچہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

ترکوں کا زوال، یورپی مسلمان ملت کا زوال بن چکا تھا جنگ عظیم اول میں ترک حکومت نے ایک سنبھالا لینا چاہا، لیکن جرمنی کی شکست نے ترکی کو بھی سرنگوں کر دیا۔

اور برطانیہ، فرانس و امریکہ وغیرہ نے مل کر ترکی کی خلافت عثمانیہ کے اس طرح حصے بخرے کر ڈالے کہ نہ صرف پوری سلطنت بکھر کر رہ گئی بلکہ ترکی قوم کا وجود تک صفحۂ ہستی سے نابود ہوتا نظر آنے لگا۔

اس صورت حال نے دنیائے اسلام میں دور دور تک تاریکی کے سائے پھیلا دیئے اور مسلمان اپنے مستقبل سے بالکل مایوس ہو گئے۔

ترکی، جو نصف صدی سے "مرد بیمار" چلا آ رہا تھا، اب نزع کی ہچکیاں اس پر طاری تھیں۔

عین اس مرحلہ پر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی۔

ترک نوجوانوں نے ترک نیشنلزم کے نعرے سے جاں بلب ترکی کے تن نزار میں جوش و عمل کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔

انگورہ کی پہاڑیوں میں ان نوجوانوں نے اپنا مسکن بنایا اور یہاں سے اتحادیوں (امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ) کی عظیم فتح کی یلغاروں سے اپنی بے حال قوم کو بچانے کی بھرپور سرفروشانہ جد و جہد جاری کی۔

اس جد و جہد کے روح رواں دو شخص تھے. مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت انونو۔

مصطفیٰ کمال کی فوجی مہارت و قیادت نے عصمت انونو کے سیاسی تدبر و فراست نے حالات و واقعات کا رخ بدل دیا۔

دنیا بھر کو فتح کرنے والے اتحادی، ترک نوجوانوں کے عزم سے شکست کھا گئے۔

ترکی سے ان کو قبضہ اٹھانا پڑا اور صرف تین سال کے اندر اندر ترکی قوم نے آزادی حاصل کر لی۔

ترکوں کی اس فتح نے پوری مسلمان قوم کے ولولوں کو تازہ کر دیا اور ان کی روح پر سے مُردنی اتر گئی۔

اس مرحلہ پر ترکوں کے دوش بدوش برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت تحریک کے نام سے، انگریزی حکومت کے خلاف زبردست سیاسی جد و جہد جاری کی، جس میں برصغیر کے ہندو بھی ان کے شریک ہو گئے تھے اور تمام فرقوں و خیالات کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تھے۔

ہندوستان کے علماء حق نے اس مرحلہ پر ایمان و عمل کی جو تابندہ مثال قائم کی وہ جد و جہد آزادی کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حرفوں سے لکھی جائے گی۔

مصطفیٰ کمال اور عصمت انونو کی قیادت میں ترک نوجوانوں نے جس جہاد حریت کا آغاز کیا تھا، روس کی انقلابی حکومت کے سربراہ لینن نے اس کی پر زور حمایت کی اور ان تمام دستاویزوں کو شائع کر دیا جو روس کی سابق زار حکومت اور اتحادیوں (امریکہ، برطانیہ، فرانس) کے درمیان کئے گئے معاہدوں پر مشتمل تھیں، جن کی رو سے ترک سلطنت کے حصے بخرے کر کے اسے کلی طور پر ختم کر دینا اور عرب سرزمین پر یہودی ریاست قائم کرنا طے پایا تھا۔

روس کی انقلابی حکومت نے ان تمام معاہدوں کی منسوخی کا اعلان کر کے، ترکی کی جدید حکومت کو فوراً تسلیم کیا۔

اس طرح ترکی کے خلاف مغربی طاقتوں کی سازشیں ناکام ہو گئیں ان تمام باتوں میں عصمت انونو کے سیاسی تدبر کو زبردست دخل رہا ہے۔ یقیناً ترک اپنے عظیم ترین راہنما سے محروم ہو گئے ہیں۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

جمعہ ــــ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ
مطابق
۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء

شمارہ ۲
جلد ۱۷
قیمت پچاس پیسے

بدل اشتراک
سالانہ ۲۵/۰ روپے
ششماہی ۱۳/۰ "
سہ ماہی ۷/۰ "

ٹیلیفون ۶۷۷۱۵

سرپرست
حضرت مولانا عبید اللہ انور

مدیر
زاہد الراشدی

غیر ملکی مداخلت کو بے نقاب کیجئے

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے عید الاضحیٰ سے چند روز قبل ایک غیر ملکی جریدہ کو انٹرویو دیتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ پاکستان کافی عرصہ سے غیر ملکی مداخلت کا نشانہ بنا ہوا ہے اور خصوصاً بلوچستان غیر ملکی سازشوں اور مداخلت کی زد میں ہے۔

اس سے قبل بھٹو صاحب نے متعدد بار اس مداخلت کے وجود سے انکار کیا ہے بلکہ ایک بار تو یہاں تک فرمایا کہ بلوچستان میں غیر ملکی مداخلت کا قصہ ہم صرف اخبارات میں پڑھتے ہیں مگر اب ان کے اس اعتراف کے بعد یہ امر شک و شبہ سے بالا تر ہو چکا ہے کہ بلوچستان میں غیر ملکی عناصر نے سازشوں کے جال پھیلا رکھے ہیں اور پاکستان کو مزید تقسیم کرنے اور تباہ کر دینے کے لئے خفیہ ہاتھ بر سر عمل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس غیر ملکی مداخلت کا سرچشمہ کہاں ہے؟ اور وہ کونسی طاقت پاکستان دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ گئی ہے کہ اسے دو لخت کر دینے کے بعد بھی اسے چین نہیں آیا اور اب اس کے مزید حصے کرنے کی بات ہو رہی ہے۔ اور پھر پاکستان میں وہ کون سے عناصر ہیں جو اس غیر ملکی مداخلت کے آلہ کار بن کر اپنے وطن عزیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں۔

غیر ملکی سازشوں کے وجود کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال اور زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب کیا تھے؟ وہ کونسا خفیہ ہاتھ ہے جس نے پاکستان کے اس بڑے حصے کو اس سے الگ کر دیا؟ اور اندرونِ ملک وہ کونسا طبقہ ہے جس نے ملک کو دو حصے کرنے کی اس مذموم سازش میں غیر ملکی مداخلت کاروں کا ہاتھ بٹایا؟ کیونکہ اس امر سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ مغربی پاکستان کے حصے بخرے کرنے میں انہی عناصر کو دلچسپی ہو سکتی ہے جن کے ہاتھ اس سے پہلے مشرقی پاکستان کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور جو پاکستان کی پہلی تقسیم میں کامیابی حاصل کر لینے کے بعد دوسری تقسیم کی طرف دو چند جرأت کے ساتھ قدم بڑھا رہے ہیں۔ اس لئے قومی سلامتی کے نقطہ نظر سے یہ بات ناگزیر ہو چکی ہے کہ سقوط ڈھاکہ کے مضمرات کو منظر عام پر لایا جائے اور المیہ مشرقی پاکستان کے پس پردہ کار فرما خفیہ ہاتھ کو بے نقاب کیا جائے، تاکہ عوام ان عناصر سے خبردار ہو سکیں جو وطن عزیز کے اعضاء کو ایک ایک کر کے الگ کرنے کے درپے ہیں۔

وزیر اعظم بھٹو نے اپنے دورِ صدارت میں چیف جسٹس جناب حمود الرحمٰن کی سرکردگی میں سقوط مشرقی پاکستان کے اسباب و علل کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا تھا، جس نے سیاسی راہنماؤں فوجی قائدین اور دیگر متعلقہ افراد کے تفصیلی بیانات قلمبند کرنے کے بعد رپورٹ تیار کر لی ہے۔ اس کمیشن کی تحقیقاتی مساعی کے نتائج کو خفیہ نہیں رہنا چاہیئے۔ یہ پورے ملک کی سلامتی اور قومی تحفظ کا مسئلہ ہے۔ اس کے بارے میں قوم کو اعتماد میں نہ لینا اور قومی سطح پر ان خطرات سے نمٹنے کی بجائے محض پارٹی کی بنیاد پر فیصلے کر لینا ملک و قوم کو مزید دشواریوں سے دو چار کر سکتا ہے۔

اسی لئے قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ اور دوسرے اپوزیشن لیڈر بار بار یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ کو گواہوں کے بیانات سمیت شائع کیا جائے تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ ان کے وطن عزیز کا قاتل کون ہے؟ اس رپورٹ اور گواہوں کے بیانات کی اشاعت سے تقسیم پاکستان کے اسباب، خفیہ عوامل اور غیر ملکی سازشوں کے بے نقاب ہونے کے علاوہ اپوزیشن خصوصاً نیپ اور جمعیۃ کے بارے میں سرکاری پارٹی اور اس کے حواریوں کے اس پروپیگنڈا کا وزن بھی معلوم ہو جائے گا جس کے ذریعہ اپوزیشن قائدین کی حب الوطنی کو مسلسل چیلنج کیا جا رہا ہے۔

ہم بھٹو صاحب سے گذارش کریں گے کہ اگر وہ پاکستان میں غیر ملکی مداخلت کے وجود کو تسلیم کرنے میں واقعی سنجیدہ ہیں تو انہیں اس سازش کو بے نقاب کرنا چاہیئے اور المیہ سقوط ڈھاکہ کے بارے میں عدالتی تحقیقات کے نتائج کو منظر عام پر لا کر عوام اور اپوزیشن کو اعتماد میں لیتے ہوئے ملک کو غیر ملکی مداخلت کے ہولناک نتائج سے بچانے کے لئے مثبت اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ اس کے بغیر قومی و ملکی سلامتی کے تحفظ کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

تعلیمی پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ لاہور سے شائع کیا

حق نواز خلیل پشاور

جینوا کانفرنس

نتائج اور اندیشے

تاریخ حاضر کی قدیم ترین اور بدنصیب ترین قوم یہود نامسعود ایک بار پھر دنیا کو ایک بڑے حادثے سے دوچار کرنے والی ہے۔ ارض مقدس کا قیام اور دنیا بھر کے یہودیوں کا اجتماع دنیا کو دجال کے دجل کے قریب سے قریب تر لا رہا ہے اور اس طرح کفر اور اسلام سعادت و شقاوت انتہا کی طرح بڑھ رہے ہیں اور شاید آئندہ ربع صدی دنیا کے لیے انتہائی شدید ہوگی اور پھر انشاء اللہ یہ دور اسلام کے لئے نشاۃ ثانیہ کا دور ہوگا۔

اسرائیل کا قیام اور اس کے بعد کے واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسرائیل کو امریکہ ہی میں ایک "مصروف کردار" حاصل نہیں۔ روس بھی بہت حد تک اسرائیل پرست ہے امریکہ کے گیارہ فیصد ووٹ بلا واسطہ یہودیوں کے ہیں اور اکتالیس فیصد ووٹ بالواسطہ یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اس طرح امریکہ کے صدارتی مشیروں میں اکثریت یہودیوں کی ہوتی ہے۔ موجودہ وزیر خارجہ کسنجر یہودی ہے امریکہ کا سب سے بڑا سرمایہ دار راک فیلر یہودی ہے اور دنیا کی سب سے بڑی خبر رساں ایجنسی رائٹر یہودیوں کی ملکیت ہے جس کے ذریعہ وہ جس طرح چاہیں، دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہتے ہیں۔ اس پوزیشن میں امریکہ کا کوئی صدر بھی اسرائیل کے مفادات کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا امریکہ میں یہود کی اس زبردست اقتصادی اور سیاسی پوزیشن کے پیش نظر امریکہ کو یہودی کالونی کہنا بجا ہے لیکن دوسری طرح اہم بات یہ ہوگئی کہ "واٹر گیٹ سکینڈل" کی وجہ سے مسٹر نکسن کی صدارتی کرسی بری طرح ہچکولے کھانے لگی ہے۔ نکسن نے مستعفی ہونے سے انکار کردیا ہے مگر باایں ہمہ وہ مشرق اوسط میں ایک اہم کردار ادا کرکے اپنی ساکھ برقرار رکھنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ صدارت نہ سہی پارٹی میں بھی "متروکات" میں تو شمار نہ کئے جائیں۔ اور مسٹر نکسن کا یہ کردار غالباً عرب کے مفاد میں ہوگا۔ اسی لئے کسنجر نے کہا تھا۔ "روس عرب کو اسلحہ دے سکتا ہے مگر امریکہ ان کے مقبوضہ علاقے"۔

لیکن دوسری طرف روس عرب کو ہتھیار دیکر بھی ایک دلال کی طرح نیک نامی حاصل نہ کرسکا۔ اور گویا سبقت پھر امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ اپنی اس کوتاہی کی تلافی روس کے لئے ضروری ہوگئی ہے۔ لیکن ان تمام خوش بختیوں کے باوجود ایک خطرہ موجود ہے کہ عرب کا اتحاد پھر بھی جینوا کانفرنس سے مجروح ہوگا۔

یہود نے اپنی مملکت کے لئے جو نقشہ تیار کیا ہے۔ اس کے پیش نظر شام کو شاید موجودہ کانفرنس سے کچھ حاصل نہ ہوسکے لیکن توقع ہے کہ صحرائے سینائے کا بیشتر علاقہ مصر کے حوالے کردیا جائے گا۔ یہاں تک تو براہ راست مصر کی اپنی کوشش اور سعی ہے۔ دوسرے نمبر پر فلسطینی ریاست کا قیام بھی عمل میں آجائے گا اور اس سے اسرائیل کو کوئی لحاظ سے فائدہ ہے اس لئے کہ اسرائیل نے تسلیم کرلیا ہے کہ عرب اسرائیل تنازعہ کا "فوجی حل ممکن نہیں"۔

حالیہ واقعات میں امریکہ تو ظاہر با ہر ایک فریق تھا، لیکن روس کی مہربانیاں بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ اب تک اس نے ستر ہزار تربیت یافتہ یہودی اسرائیل کے حوالہ کردیئے ہیں، اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسی لئے اسرائیل نے روس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اسرائیل کو مکمل تباہی سے بچالیا ہے لیکن ان متضاد پالیسیوں کے باوجود ان دونوں "سپر پاورز" کے مخصوص مفادات عرب میں ہیں۔ جس کے لئے وہ کبھی دلال اور کبھی بقال کی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔

ایک عرب ممالک کا وقوع مشرق اور مغرب کے درمیان ایک دیوار کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوئم نہر سویز کی پوزیشن آبی شاہراہوں میں منفرد ہے۔ جس کے لئے دونوں بڑی طاقتیں کوشاں ہیں کہ جلد کھل جائے۔ سوم تیل جس نے آج کل پوری دنیا کو تاریک اور سست رو کردیا ہے۔ بلکہ دنیا کو ایک شدید اقتصادی مار دیدی۔ جس سے ایک طرف اگر مہنگائی بڑھ گئی تو دوسری طرف بیروزگاری۔

علاوہ ازیں ان بلاکوں کا مرکز اب مشرق اوسط ہی ٹھہر گیا ہے۔ تائیوان اور پھر ویتنام کے بعد انڈونیشیا امریکہ کے لئے "ایٹمی اڈہ" کا معیار پورا نہیں کرسکتا اور روس امریکہ کو یورپ میں محصور و محدود کرنے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔

بہر حال جینوا کانفرنس کے ان دو نتائج کے باوجود شام اور بیت المقدس شاید ایک مرتبہ پھر مسلمانان عالم سے خون کا عطیہ طلب کریں۔ اور اب عرب نے شکست کی تلخ یاد ذہنوں سے محو کردی ہے اور یہودی ایک بار پھر مدینۃ الرسول ؐ سے نکالے جانے اور پھر شام سے بدر کئے جانے کے اذیت ناک احساس میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ احساس عالم اسلام کے لئے زیادہ خطرات کی نشاندہی کرتا ہے۔ خدا خیر کرے۔

یہ مذاکرات مصر اور اسرائیل کے درمیان ہیں۔ جس میں اسرائیل کی پوزیشن مسلم ہے اور یہ اسرائیل کے انتخابات میں موجودہ برسر اقتدار گروپ کے لئے ایک کامیابی ہے۔ مگر اس سے شاید عرب میں ایک مرتبہ پھر تنازعات ابھر آئیں۔ خدا کرے قذافی اس نازک صورت حال کو جلد سمجھ لے۔

مولانا نافع گل رحلت فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

تحریک خلافت کے ممتاز کارکن اور برصغیر کے نامور عالم دین حضرت مولانا عبدالحق صاحب المعروف مولانا نافع گل گذشتہ روز موضع سیرے نزد سنی کوٹ مالاکنڈ ایجنسی میں رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی عمر کم و بیش ۹۰ سال تھی۔ آپ تحریک ریشمی رومال کے ممتاز کارکن اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق کار حضرت مولانا عزیز گل صاحب دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ نے دورہ دار العلوم دیوبند میں خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ تحریک خلافت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی رفقاء میں آپ کا شمار رہتا تھا۔ دار العلوم دیوبند میں اندازاً ۱۳ سال تک طبقہ علیا کے مدرس رہے۔ آپ کی علمی ثقاہت اور سیاسی بصیرت پر اکابر کو اعتماد تھا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا قاضی فور الرحمن صاحب نے پڑھائی اور حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ ایم، این، اے اکوڑہ، حضرت مولانا محمد ایوب بنوری امیر جمعیۃ صوبائی، حضرت مولانا محمد امیر بجلی گھر امیر جمعیۃ پشاور اور حضرت مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہرہ کے علاوہ علاقہ بھر کے چیدہ چیدہ علماء کرام اور کثیر تعداد میں عوام نے شرکت کی۔ بعد میں آپ کو بستی کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔ اس موقع پر ایک تعزیتی جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ ایم این اے اور حضرت مولانا محمد امیر بجلی گھر نے خطاب کیا اور مرحوم کی علمی و سیاسی خدمات پر روشنی ڈالی۔ قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ایم، این، اے نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع گل رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہمارے لئے عظیم صدمہ کا باعث ہے۔ مرحوم نے تحریک خلافت کے علاوہ صوبہ سرحد میں دینی مدارس کے قیام کے سلسلہ میں جو نمایاں خدمات سرانجام دیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

آپ نے کہا، برصغیر میں آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والا طبقہ مولانا عزیز گل مدظلہ اور مولانا نافع گل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

مولانا مرحوم کے بڑے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالصمد صاحب مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں اور مدینہ یونیورسٹی میں دوسرے نمبر پر آئے تھے۔ اب مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن میں مدرس ہیں۔ ان کے علاوہ جناب محمد طیب جناب محمد یوسف اور جناب محمد قاسم آپ کے صاحبزادے ہیں

راقم الحروف گذشتہ روز پشاور ڈویژن کے دورہ کے دوران سنی کوٹ حاضر ہوا۔ اور حضرت مولانا عزیز گل مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ادارہ ترجمان اسلام کی طرف سے اظہار تعزیت کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عزیز گل مدظلہ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور حضرت مولانا نافع گل رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی رحمتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین یارب العالمین! (مدیر)

ختم نبوۃ کانفرنس چنیوٹ میں

رپورٹ
سعید الرحمٰن علوی

قائدین جمعیۃ کا خطاب

ضلع جھنگ کے مشہور قصبہ چنیوٹ میں امسال بھی ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں جہاں ہر مکتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا وہاں جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مرکزیہ اور ناظم عمومی نے بھی خطاب فرمایا۔

حضرت درخواستی

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے ۲۷ دسمبر کے ظہر کے بعد کے اجلاس میں خطاب فرماتے ہوئے ملک کے خلاف اُمڈتے ہوئے طوفانوں پر تشویش کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اس کی تمام تر ذمہ داری مرزائیوں پر ہے یا ان لوگوں پر ہے جو اس فرقہ مرتدہ کے معاملہ میں مداہنت کا مظاہرہ کرتے رہیں۔

حضرت نے ملک بھر کے مسلم عوام کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے منظم ہو کر اپنے دین و ایمان کی حفاظت نہ کی تو وہ اپنے ملی وجود سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حضرت نے مجلس کے مرحوم راہنماؤں کو خراج عقیدت پیش کیا، جن کی شبانہ روز محنت و سعی سے مجلس کا سٹیج مسلم اتحاد کا عظیم نشان بن چکا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ یہ سٹیج سب کے لئے ہے۔ یہاں جو آئے گا ہم اسے خوش آمدید کہیں گے اور اگر کوئی دنیوی مفاد یا کسی غرض و لالچ کے پیش نظر علیحدگی پسندی کا مظاہرہ کرے گا تو ہم اس کے پیچھے نہیں پھریں گے۔ بلکہ اپنا کام جاری رکھیں گے۔

انہوں نے علماء پر بالخصوص زور دیا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور وقت کی نزاکت کو محسوس کریں کیونکہ دین دشمن عناصر ان کے متعلق بڑے تشویشناک منصوبے بنا رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ متحدہ محاذ کی تحریک بحالی جمہوریت کے دوران تین ذمہ دار افسر میرے پاس آئے اور انہوں نے پنجاب، سندھ کے سیلاب اور ہندوستان کے ساتھ بگاڑ کے پیش نظر تحریک کے ختم کرنے کی سفارش کی لیکن میں نے واضح کر دیا کہ چونکہ حکمران حضرات جبر و تشدد کی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں اور ان کا طرز عمل صریحاً پریشان کن ہے اس لئے اس پروگرام کو ختم یا ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ اسی موقعہ پہ مجھے منہ مانگی رشوت کی پیشکش کی گئی تاکہ میں تمام علماء کو اس بات پہ آمادہ کروں کہ وہ حکومت کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کریں۔ لیکن میں نے اس حقیر تجویز کو سختی سے ٹھکرا کر واضح کر دیا کہ علماء ہر حال میں اپنا فریضہ انجام دیں گے البتہ کچھ بوڑھے بوالہوس اور کچھ مفاد پرست جوان اگر علماء کا روپ دھار کر تمہاری ہاں میں ہاں ملائیں تو وہ اپنے اس فعل قبیح کے خود ذمہ دار ہوں گے اور علماء کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ حضرت نے اپنے مختصر لیکن پُر مغز خطاب کے بعد سٹیج پر موجود علماء اور تمام عوام سے عہد لیا کہ وہ اپنی دینی اقدار کی سربلندی بالخصوص مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کریں گے۔ آخر میں آپ نے سوز و گداز سے دعا مانگی۔

جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری اور متحدہ جمہوری محاذ کے مرکزی راہنما حضرت مولانا مفتی محمود کی گاڑی ۲۶ دسمبر رات دس بجے کے قریب جب وسیع و عریض پنڈال کے قریب پہنچی تو ختم نبوت کے جیالے کارکنوں نے دو رویہ کھڑے ہو کر نعروں کی گونج میں ان کا استقبال کیا۔ مفتی صاحب بصد مشکل سٹیج پر تشریف لے گئے تو سٹیج سیکرٹری جناب مولانا تاج محمود نے انتہائی محبت بھرے اور عقیدت مندانہ انداز سے انہیں خوش آمدید کہا۔

مولانا تاج محمود نے یاد دلایا کہ ۱۹۷۰ء میں اپنی عظیم کامیابی سے چند دن بعد جب مفتی صاحب چنیوٹ اسی کانفرنس کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے تو ہمارے مرحوم راہنما مولانا محمد علی نے فرمایا تھا کہ شاید میری زندگی کی یہ آخری کانفرنس ہو اور اس کے بعد میں اس سلسلہ میں قیادت و راہنمائی کے لئے مفتی محمود کا اسم گرامی تجویز کر کے اپنی پوری فوج کو ان کی کمان میں دیتا ہوں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرحوم مولانا محمد علی اسی سال ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم اپنے کو یتیم و بے سہارا محسوس کرنے لگے۔ لیکن ہمارے لئے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ مجلس کے عظیم سرپرست، ہم سب کی آرزوؤں کے مرکز، ملت اسلامیہ کے بے باک ترجمان اور علماء کی ناموس کے عظیم نگہبان مفتی محمود آج ہمارے درمیان موجود ہیں۔

اس شیر بیشۂ حریت کی موجودگی میں ہمیں کامل و مکمل طور پر دولت سکون میسر ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح حضرت مفتی صاحب نے اسمبلی میں اپنی مدبرانہ اور دلیرانہ قیادت سے اسلامی شعائر بالخصوص مسئلہ ختم نبوت کے لئے ایک عظیم کردار ادا کیا ہے اسی طرح آئندہ بھی وہ اس مشن کی مکمل سرپرستی فرمائیں گے۔

مجلس کے راہنما نے اعلان کیا کہ میں ایک بار پھر مرحوم مولانا جالندھری کے الفاظ دہراتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب ہمارے قائد ہیں اور ہم ان کے سپاہی ہیں۔ ناموس رسالت کے لئے ان کا ہر حکم ہمارے لئے واجب العمل ہوگا۔ اس کے بعد نعروں کی گونج میں قائد جمعیۃ مائیک پر تشریف لائے انتہائی پُر وقار انداز سے خطبہ مسنونہ پڑھا اور پھر فرمایا۔

اس مبارک اجتماع میں گذشتہ سال کی غیر حاضری کو میں شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ آج اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس مبارک اجتماع میں شرکت کی سعادت سے نوازا ہے۔ یہ ختم نبوت کے رضاکاروں کا عظیم قافلہ ہے۔ اس کے سپہ سالار امیر شریعتؒ تھے۔ مجھے ان کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرنے پر فخر محسوس ہوتا ہے

آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ چند مبلغین کا قافلہ ہے یا یہ محض چند علماء کی تحریک ہے بلکہ پاکستان کے کروڑوں عوام اس مسئلہ حق پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔

آج آپ کے پُر دس میں دریا کے اس پار بھی اجتماع ہے۔ اس میں شریک لوگ پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر حملہ آور نظر آتے ہیں۔ شاید وہ نہیں جانتے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی حضور کی ختم نبوت پر جان کی قربانی کو سعادت سمجھتا ہے۔

مجھے اپنی مصروفیات کا شدید احساس ہے، جس کے پیش نظر میں اس جماعت میں بحیثیت مبلغ کام نہیں کر سکتا۔ لیکن اس مجلس کے ارباب حل و عقد کو یقین دلاتا ہوں کہ اس مسئلہ کے آئینی حل کے لئے آپ کی کوششیں میرے نزدیک عظیم تر ہیں۔ اس مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں اگر میری ہزار جانیں بھی قربان ہو جائیں تو یہ میرے لئے توشۂ آخرت ہوگا۔

میں ارباب مجلس سے کہوں گا کہ میں سرپرستی کے قابل نہیں بلکہ آپ کے حکم پر میں تختہ دار پر لٹکنے کے لئے تیار رہوں۔ میں امت مرزا کو کچھ نہیں سمجھتا، وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ دلائل کی دنیا میں وہ تہی دامن ہیں۔ مرزا جیسی سیرت کے انسان کے لئے نبوت کا تصور ہی گناہ ہے (یہ الگ بات ہے کہ محمد عربیؐ کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت کے مالک لوگ بھی اس منصب تک نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ لا نبی بعدی کا واضح اعلان ہو چکا ہے) یہ مذہبی فرقہ نہیں بلکہ سیاسی فتنہ ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میری دعوت کے دو جزو ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور انگریز کی اطاعت۔ اس میں اللہ کی اطاعت کا اعلان محض دھوکہ دینے کی خاطر ہے ورنہ خدا اور اس کے دشمن کی اطاعت ایک جا اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

برصغیر کے مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار تھے اور فرنگی سامراج اسی جذبہ سے خوفزدہ تھا۔ اس جذبہ کے ختم کرنے کے لئے انگریز نے مرزا کو جنم دیا یا مبعوث کیا اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ان تک مذہب کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے واضح لفظوں میں فرما دیا: —

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

حقیقت یہ ہے کہ کسی مرد کا باپ نہ ہونا اور رسول ہونے میں کوئی جوڑ نہیں۔ اصل میں باپ ہونا دو قسم کا ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ انسان چونکہ جسم و روح کا مرکب ہے اور جس طرح انسانی جسم اپنی خلقت و پیدائش میں باپ کا محتاج ہے اور انبیاء علیہم السلام روحانی باپ ہوتے ہیں روحانی باپ کا درجہ جسمانی باپ کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ روح حاکم ہے اور جسم محکوم!

اس فرقہ کا مقصد حقیقت میں اپنا اقتدار ہے اور اس سے انہیں کوئی بحث نہیں کہ پاکستان ٹکڑے ہوتا ہے یا متحد رہتا ہے۔ انہیں اقتدار چاہیئے چاہے چھوٹے سے ٹکڑے میں ہو۔ آج جس طرح وسط عرب میں اسرائیل ہے اسی طرح وہ یہاں مرزائیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر یہ کبھی اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گئے تو میں پہلا شخص ہوں گا جو ان کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کروں گا۔ ان کے خلاف اٹھنا بغاوت نہیں ہو گا بلکہ جہاد ہو گا ان کا آقا انگلستان بھی ان کی حکومت بنائے تو یہ یاد رکھیں کہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہم ان کی حکومت نہیں بننے دیں گے۔

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مسئلہ کو سیاست سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ملک اسلام کے لئے بنا ہے ۷۰ء کے انتخاب تک ہزارہا کوشش کے باوجود ایک بھی مرزائی اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکا تھا۔ لیکن ۷۰ء کے انتخاب میں بہت سے مرزائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔ آج بالخصوص پنجاب اسمبلی میں ایسی صورتیں ہیں جن کا تعلق اس فرقہ سے ہے۔ لیکن وہ اتنے مرعوب ہیں کہ اپنی مرزائیت کا اعلان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ قوم انہیں معاف نہیں کرے گی۔

ابتدا میں اس ملک کا وزیر خارجہ ظفر اللہ تھا، آج جبکہ ہمارے پڑوسی ممالک بالخصوص افغانستان کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب ہیں۔ اس کی وجہ نہ تو عداوت ہے نہ نفرت، اصل وجہ افغانستان میں ان کے مبلغوں کو امیر عبدالرحمن کے زمانہ میں سنگسار کرنا ہے۔ چنانچہ اس خالص دینی فریضہ کی انجام دہی کو ظفر اللہ نے دشمنی کا رنگ دے دیا جو آج برابر بڑھ رہا ہے۔

وہاں کی حکومت کا یہ فیصلہ ہے کہ کوئی مرزائی اگرچہ وہ پاکستانی وزیر خارجہ ہی کیوں نہ ہو افغانستان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح مرکز اسلام اور دوسرے عرب اسلامی ممالک بالخصوص مصر، شام، لیبیا میں ان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔

اس موقعہ پر مفتی صاحب نے امیر فیصل کو ہدیہ تبریک پیش کیا کہ وہ کسی مرزائی کو وہاں آنے نہیں دیتے۔ ہم اپنی حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے پاسپورٹوں میں مذہب کے خانہ میں مرزائی لکھیں۔

یاد رہے کہ ان کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ بڑا نرم قسم کا مطالبہ ہے ورنہ ارتداد کی سزا اسلام میں بڑی سخت ہے۔ ہم نے اپنے مقام سے نیچے اتر کر یہ مطالبہ کیا، لیکن یہ بھی نہ مانا گیا۔ باوجودیکہ جمہوری ممالک میں صحیح تو صحیح غلط بھی صحیح ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں اسلام کے نام پہ بے دینی، جمہوریت کے نام پہ آمریت، سوشلزم کے نام پر سرمایہ داری کو پروان چڑھایا گیا۔

ہم آج بھی یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک اس مسئلہ کو حل نہ کیا گیا ملک میں امن قائم نہیں ہو گا۔

مفتی صاحب نے ایوب کے دور اقتدار سے لیکر آج تک اسمبلی اور گول میز کانفرنس میں کی جانے والی ان کوششوں کا تفصیلی ذکر فرمایا جو اس مسئلہ کے حل کے لئے انہوں نے جماعتی حیثیت سے سرانجام دیں اور بتلایا کہ اس مرتبہ صدر اور وزیر اعظم کے لئے مسلمان ہونا اور ساتھ ہی ان کے حلف ناموں پر مسلمان کی مصدقہ اور متفقہ تعریف شامل کرانا میرے اور میرے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔

انہوں نے بتلایا کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں نے اپنے دورِ وزارت میں اس مسئلہ کو سرحد میں حل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق براہ راست مرکز سے ہے۔ رہ گئی قرارداد کہ اس کے ذریعہ مرکز سے سفارش ہو جاتی تو چونکہ آئینی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے اندر سے پیدا کی جانے والی تمام مشکلات میرے علم میں تھیں، اس لئے میں نے قرارداد کے بجائے بھٹو صاحب کے مذاکرات اور اس کے بعد آئینی کمیٹی میں اس مسئلہ کو اٹھایا اور الحمد للہ کہ ایک حد تک ہم نے کامیابی حاصل کر لی۔

جہاں تک صدر اور وزیر اعظم کے علاوہ دوسری کلیدی آسامیوں کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ہے، تو ہماری کوششیں جاری رہیں گی اور مجھے امید ہے کہ ہم اس میں بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے۔

انہوں نے فرمایا کہ آزاد کشمیر چونکہ پاکستان کا صوبہ نہیں (اگرچہ پچھلے دنوں صوبہ بنانے کا چکر چلایا گیا، لیکن ہماری ...... مخالفت کی وجہ سے وزیر اعظم بھٹو نے پنڈی کے جلسہ عام میں صوبہ نہ بنانے کا اعلان کر دیا) اس لئے وہاں کی قرارداد آئینی مسائل کے لئے مشکلات کا باعث بنتی تھی اور اس قرارداد کے سلسلہ میں صدر کشمیر سمیت ممبران اسمبلی مستحق مبارکباد ہیں۔

بد قسمتی سے آج اسلام سے مذاق ہو رہا ہے۔ جس کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ ہماری مرکزی اسمبلی کے ایک ممبر جو اب وزیر بھی ہیں یعنی راجہ تری دیو رائے نے حلف میں اسلامی نظریہ حیات کے لئے کوشاں ہونے کا یقین دلایا حالانکہ وہ بدھ مت ہیں اور ایک بدھ مت اسلامی نظریہ حیات کا سرے سے وفادار ہی نہیں ہو سکتا۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ اب جب اسمبلی میں "اقلیتوں" کا مسئلہ آئے گا تو ہم حلف نامہ کی بنیاد پر انہیں اقلیت قرار دلوائیں گے۔ اور اگر یہ بات وہاں نہ مانی گئی تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور انشاء اللہ اس طرح یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

لیکن میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں آپ کے بھ[رپور] تعاون و حمایت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ حضرات متح[د] منظم ہو کر ہماری پشت پناہی کریں گے تو وہ دن دور نہ[یں] کہ اس مسئلہ سمیت تمام مسائل بحسن و خوبی حل ہو جائیں گے۔

انہوں نے متنبہ کیا کہ اس مسئلہ کو حل کرنا ہو گا، [اگر] حکومت بیرونی دباؤ کے پیش نظر صرف نظر سے کام لے گی تو ہم حکومت اور اس کے آقاؤں کو چیلنج کریں گے۔

انہوں نے واضح کیا کہ مرزائیوں کو ہمارے اختلاف[ات] سے خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ اگرچہ مسٹر بھٹو سے ہمارے واضح اختلافات ہیں۔ لیکن اگر وہ اس مسئلہ کے لئے ہم[یں] بلائیں گے تو میں جاؤں گا۔ اسی طرح مرزائی شاید علما[ء] کے باہمی اختلاف سے خوش ہوں۔ مگر میں یہ بتا دینا چاہ[تا] ہوں کہ مولانا ہزاروی سے میرے لاکھ سیاسی اختلاف[ات] ہوں اور ہیں لیکن اس معاملہ میں میں ان کی قیادت تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کے خلاف کام کریں۔

آخر میں انہوں نے ایک بار پھر مجلس کے مرحوم راہنماؤں حضرت امیر شریعتؒ، خطیب پاکستانؒ، مجاہد ملتؒ اور مناظر اسلامؒ کو خراج عقیدت پیش کیا اور مجلس کے موجودہ ارباب بست وکشاد کو یقین دلایا کہ وہ اپنے کو تنہا محسوس نہ کریں، ہر مسلمان ان کی پشت پر ہے، او[ر] میں انشاء اللہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔

ان کے علاوہ جمعیۃ طلباء اسلام کے راہنما جناب عبدالمتین چوہدری نے جچے تلے انداز میں ملک دشمن سرگرمیوں کے انسداد کے قانون کا حوالہ دے کر مرزائی جماعت کو خلاف قانون قرار دینے اور ملک سے غداری کے الزام میں اس پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔

چوہدری صاحب نے اپنے خطاب میں وطن عزیز کے دولخت ہونے کے سلسلہ میں مرزائیوں کے کردار بالخصوص ایم ا[یم] احمد کی مکروہ سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور مطالبہ کیا کہ حمود کمشن رپورٹ کی روشنی میں ان قومی مجرموں کو عبرتناک سزا دی جائے۔

انہوں نے سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والی نیم فوجی تنظیموں پر پابندی کے آرڈیننس کے ضمن میں مرزائیوں کی مسلح فوجی تنظیم فرقان فورس اور انجمن خدام الاحمدیہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ربوہ میں باقاعدہ اسلحہ ساز فیکٹریاں کام کر رہی ہیں۔ وہاں فوجی تربیت ہوتی ہے، جتھے منظم کئے جاتے ہیں اور مرزائی جماعت خطرناک کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ مرزائیوں کے سوا اس ملک میں کوئی ملک دشمن نہیں لہٰذا ان کی سول اور سیاسی سرگرمیوں کا فوری طور پر محاسبہ کیا جائے۔

مولانا محمد یوسف الحسینیؒ

کے بارے میں خصوصی مضمون مدیر ترجمان اسلام کے دورہ پشاور ڈویژن و راولپنڈی ڈویژن کے بعد پیش خدمت کیا جائیگا۔ انشاء اللہ!

ہمیں بھی دعوت دو

(محمد سعید الرحمٰن علوی کے قلم سے)

چنیوٹ کی عظیم الشان کانفرنس کا جب اعلان ہوا اور اس کا اشتہار سامنے آیا تو اس میں حضرت درخواستی، مولانا بنوری، مفتی محمود، نورانی میاں اور سردار عبدالقیوم جیسے زعماء کے اسماء گرامی تو تھے لیکن نوزائیدہ اور خود ساختہ جمعیۃ کے کسی نام نہاد لیڈر کا نام ندارد۔ اس صورت حال کو دیکھ کر لائلپوری شہباز خطابت کو تاؤ آ گیا اور وہ فوراً چنیوٹ پہنچے۔ چنیوٹ کی مقامی جماعت سے کہا کہ "ہمیں بھی دعوت دو"۔

ان کی مراد ان کی "ذات گرامی" اور مولانا ہزاروی سے تھی۔ جب مقامی جماعت نے ان سے کہا کہ ہمارا کام محض انتظامات ہیں، کسی کو دعوت دینا نہ دینا مرکز کا کام ہے تو انہوں نے اچھل کود شروع کر دی اور ان کے لگے بندھوں نے دھمکیاں دیں کہ ہم تمہاری کانفرنس نہیں ہونے دینگے۔

بعد میں اس "سرکاری جھرمٹے" پ، پی، پی کے سرگرم لیڈروں بالخصوص مقامی ایم، پی، اے کی وساطت سے مقامی خود واحد سے دعوت نامہ حاصل کر لیا اور محکمہ اطلاعات سے اپنے خصوصی تعلقات کے پیش نظر مسلسل کئی دن اخبارات میں اعلان کراتے رہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کے ایک سرگودھوی دم چھلے نے علیحدہ اشتہار بھی چھپوایا۔

بہر حال جمعرات جمعہ کی درمیانی شب رات دس بجے سرکاری جمعیۃ کے خود ساختہ سربراہ ریل کار کے ذریعے چنیوٹ پہنچ گئے۔ واقفانِ حال کے مطابق ان کی حالت انتہائی قابل رحم تھی، کیونکہ یہ وہی چنیوٹ تھا، جہاں وہ جب بھی تشریف لاتے تھے تو یہاں کے عوام دیدہ و دل ان کے لئے فرش راہ کرتے تھے۔ لیکن آج ایک چنیوٹی بلبل اور دو تین مفاد پرستوں کے سوا انہیں خوش آمدید کہنے والا کوئی نہ تھا رات انہوں نے بلبل چنیوٹ کے آشیانہ میں گذاری۔ اور جمعہ دوپہر تک ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہے کسی نے ان سے جا کے نہ پوچھا کہ بابا کیف حالک۔ جمعہ کی نماز کے قریب مولانا ہزاروی دو تین درباری ملاؤں کے ہمراہ جلسہ گاہ کی طرف آئے۔ جمعہ کی نماز پڑھی اور کرسی پر براجمان ہو گئے۔ ان کی حالت دیدنی تھی کیونکہ ابھی کل اسی جگہ سے مفتی محمود ہو کر گئے تھے۔ جو رات $9\frac{1}{2}$ بجے چنیوٹ کے تحصیل چوک میں پہنچے تو عقیدتمند چشم براہ تھے۔ ان کی گاڑی کے آگے عقیدت کیش دوڑ رہے تھے اور گاڑی چلنے کی رینگ رہی تھی۔

مفتی محمود جب پنڈال کے بڑے گیٹ پر پہنچے تو سارا مجمع اچھل پڑا، نعرہ ہائے تحسین سے فضا میں اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ ختم نبوت کے جیالے کارکنوں نے دو رویہ کھڑے ہو کر اس مرد مومن پر جذبات محبت نچھاور کئے۔ مجلس کے زعماء نے سٹیج پر خوش آمدید کہا۔ مولانا تاج محمود نے مرحوم مولانا جالندھری کی وصیت کے مطابق قیادت وسیادت کی ذمہ داریاں ایک بار پھر مفتی محمود کے سپرد کرتے ہوئے اپنی رضاکارانہ خدمات کا اعلان کیا۔

مفتی صاحب کی ولولہ انگیز تقریر کے دوران نعرے بلند ہوتے رہے۔ کیونکہ آج سٹیج پر ایک ایسا مرد قلندر کھڑا تھا۔ جس نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں رسوائے زمانہ امریکی سفیر مسٹر فارلینڈ کو انتخابی شکست دی تھی۔ جس نے بلند ترین اصولوں کے پیش نظر وزارت پر لات ماری تھی۔ جس نے وزیر اعلیٰ ہونے کے باوجود لاہور میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے امت مرزائیہ کو للکارا تھا اور مرزائیوں کے آقاؤں کے شور وغل پر ایک نہیں ہزاروں وزارتیں قربان کرنے کا عزم کیا تھا۔ جس نے ایبٹ آباد میں گرمائی ربوہ کی تعمیر حکماً روک دی تھی (یاد رہے کہ آج کے دور زریں وہاں گرمائی مستقر پھر تعمیر ہو رہا ہے اور حکومت میں شمولیت کی تمنا کرنے والے دو بزرگ "علماء" ہزارہ سے تعلق رکھنے کے باوجود چپ سادھے بیٹھے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک محمد عربی کی ناموس سے موجودہ حکمرانوں کی عزت شاید زیادہ ہے عیاذاً باللہ) مفتی محمود تقریر کر کے جانے لگے، تب عوام نے ان کی گاڑی کو گھیر لیا۔ مدرسہ اشرف العلوم چنیوٹ جہاں وہ رات قیام پذیر تھے، ۳ بجے تک عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں بیٹھے اور اگلی صبح بصد مشکل یاران عزیز سے اجازت لے کر سوئے وہاڑی تشریف لے گئے۔

بہر حال جناب ہزاروی اپنے "کارہائے نمایاں" کے پیش نظر نظر جھکائے بیٹھے رہے اور ۳ بجے کے بعد جب ان کی تقریر کا اعلان ہوا تو ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت میں انہوں نے جان چھڑائی عوام یہ کہتے ہیں کہ ان کی تقریر میں کوئی جاذبیت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ اپنوں سے کٹ چکے تھے اور ان کی پشت پر کوئی نہ تھا۔ عوام حیران تھے کہ مولانا ہزاروی نے محمد علی جناح سے لیکر یحییٰ خاں تک کے حکمرانوں کے ان اعمال کو تو گنوایا جو مرزائیت نوازی کے زمرہ میں آتے ہیں لیکن موجودہ حکمرانوں کے "اعمال حسنہ" کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔

حتیٰ کہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ مرزائیت سے کوئی خطرہ نہیں۔ لوگ حیران تھے کہ آخر کیوں؟

حقیقت تو ہے کہ عالمی سامراج کے یہ مہرے سقوط ڈھاکہ کا سبب بن چکے ہیں اور اپنی مکروہ ریشہ دوانیوں میں اب تک مصروف ہیں۔ اور خاکم بدہن اس ملک کو غارت کر کے اپنے کذاب ودجال آقاء کادیان اور عیاش و بدمست آنجہانی خلیفہ ربوہ مرزا محمود کے الہامات اور پیشین گوئیوں کو سچا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن چونکہ انہیں خطرہ قرار دینے سے موجودہ حکمرانوں پر زد پڑتی تھی۔ اس لئے جناب محترم نے یہ کہہ کر دامن بچا لیا یاد رہے کہ جس "ذات شریف" نے انتہائی بھاگ دوڑ کر کے یہ دعوت نامہ حاصل کیا تھا، انہیں سٹیج تو سٹیج اس پورے ایریا میں تین دن تک آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ اس طرح غائب رہے جیسے .... کے سر سے سینگ

جناب ہزاروی نے جونہی تقریر ختم کی تو عوام نے مفتی محمود زندہ باد کے پر شور نعروں سے انہیں رخصت کیا۔ اس کے بعد معلوم نہیں ہو سکا کہ آنجناب کہاں تشریف لے گئے اور کب تشریف لے گئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کون یہ داغ ترے ماتھے کے پھر دھوئے گا

از قلم ——— واقف لائلپوری

ہائے افسوس صداقت کا چلن بیچ دیا ۔۔۔ چند سکوں کے عوض لعلِ سخن بیچ دیا
تم تو اس دور کے منصور بنے پھرتے تھے ۔۔۔ کیا ہوا؟ طنطنۂ دار و رسن بیچ دیا
ہم سمجھتے تھے جسے اپنے چمن کا مالی ۔۔۔ حرصِ زر میں اسی مالی نے چمن بیچ دیا
جن کو دل تم نے دیا، اب ہے دین بھی اُن کا ۔۔۔ تم نے دل بیچ دیا، تم نے دہن بیچ دیا
تُم نے جب بیچا ضمیر اپنا، تو ہم یوں سمجھے ۔۔۔ ایک بازار کی عورت نے بدن بیچ دیا
جب تری عقل کا سودا ہوا ہم نے یہ کہا ۔۔۔ اِس کفن چور نے مردے کا کفن بیچ دیا

اور کچھ دن ہیں، تُو پچھتائے تو روئے گا
کون یہ داغ ترے ماتھے کے پھر دھوئے گا

کہ میرے پاس مصدقہ ثبوت ہیں کہ مرزائیوں نے مفتی محمود اور شاہ احمد نورانی سمیت ملک کے صف اول کے متعدد راہنماؤں کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ہنگامی طور پر میٹنگ بلا کر ایک ہزار مسلح کارکنوں کے زیر سایہ حکومت کا تختہ الٹنے کی تجاویز سوچیں

گوجرانوالہ کے مشہور سابق لیگی لیڈر جناب عزیز انصاری نے کہا کہ جس طرح امریکہ جیسے عظیم ملک کا صدر یہودیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔ اسی طرح پاکستان کے سابقہ اور موجودہ حکمران مرزائیوں کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ یہودیوں کی طرح ملک کی معیشت بالخصوص پیپلز فنانس کارپوریشن، اسٹیٹ لائف انشورنس اور وزارت مالیات کے بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہیں جبکہ ان میں بعض لوگ تعلیم اور تجربہ کے اعتبار سے بالکل نااہل ہیں۔

لائلپور کے صاحب دل نوجوان دانشور جناب حنیف رضا نے مرزائیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ بدلنے کی ناپاک جسارت کا دستاویزی ثبوت عوام کے سامنے پیش کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے قیام پاکستان سے قبل وطن عزیز کے متعلق مرزائی نظریات اور اس پس منظر میں ان کی ملک دشمنی کو دلائل سے ثابت کیا۔

لغاری خاندان کے چشم و چراغ سردار امیر عالم خان لغاری نے سندھ کے علاقہ میں مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں پر روشنی ڈالی اور جواباً مجلس کی سرگرمیوں سے عوام کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وطن عزیز کی سالمیت کے خلاف ہم ان کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دینگے۔

جناب حکیم عبدالرحمٰن ڈکیٹر نے مرزائیوں کو متنبہ کیا کہ وہ اپنے مکروہ عزائم سے باز آجائیں اور شریف اقلیت بن کر گذارہ کریں ورنہ ملک کے عوام کے بھڑکے ہوئے جذبات کو روکا نہیں جا سکے گا۔

راولپنڈی کے معروف عالم مولانا غلام اللہ صاحب نے عصمت انبیاء پر مفصل روشنی ڈالی اور اس ضمن میں مرزا غلام احمد کی سیرت پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔ انہوں نے عوام سے کہا کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس شخص کی سیرت و کردار کا جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ اس قسم کا آدمی نبوت جیسے رفیع منصب چھوڑ کر شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق ہے؟

ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری نے اپنے مخصوص انداز میں ڈیڑھ گھنٹہ تک مفصل خطاب کیا اور مرزائیت کے سیاسی کردار پر روشنی ڈالی۔

آغا صاحب نے واضح کیا۔ اس مسئلہ کے سلسلہ میں میرے موقف میں لچک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں ابوالکلام آزاد، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ظفر علی خان کی روایات کا امین و علمبردار ہوں۔ میں ان کی طرح نہیں جو صبح مفتی محمود کے ساتھ ہوتے ہیں اور رات کو جاسوسی کرتے ہیں۔ آغا صاحب نے بتلایا کہ تحریف کلمہ کے سلسلہ میں جب میں نے مرزائیت کو بے نقاب کیا اور ان کے رسالہ "افریقن سپیچ" سے فوٹو چٹان میں شائع کیا تو پنجاب حکومت نے مجھ سے اس کے متعلق جواب طلبی کی تو میں نے آغا افضل چیف سیکرٹری پنجاب کے پاس جا کر باحوالہ ثبوت پیش کیا اور مرزائیوں کی دھاندلیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ردعمل سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے واضح کر دیا کہ میرا مقصد ملک میں انتشار پیدا کرنا نہیں، بلکہ فتنہ پرور قوتوں کی نشاندہی ہے۔ میں تو بھٹو صاحب کا نیازمند ہوں، اگرچہ وہ مجھے اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ برادران یوسف کی طرح مجھے کبھی کبھار جیل بھی بھیج دیتے ہیں۔

مولانا نورالحق نور نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ اور ہم اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھیں گے۔

مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے علماء کے اتحاد پر زور دیا اور ۱۹۵۳ء کی طرح مجلس عمل کو وقت کی ضرورت قرار دیا

شاہ جیؒ کے پرانے رفیق مولانا میانوی نے علماء حق کی تابناک تاریخ کے ورق اس انداز سے الٹے کہ ماضی کی بھولی بسری یادیں سامنے آگئیں۔

زرعی یونیورسٹی یونین کے صدر اور مودودی جمعیۃ طلباء کے لیڈر حافظ وصی محمد نے اپنے خطاب میں ان قوتوں پر سخت نکتہ چینی کی جو علماء کی اہانت کے مرتکب ہوتے ہیں اور انہوں نے زرعی یونیورسٹی میں ان اقدامات کی تفصیل بتلائی، جن کے ذریعہ مرزائی طلباء کی طعام گاہ علیحدہ کر دی گئی ہے۔

مجلس احرار اسلام کی ذیلی تنظیم تحریک طلباء اسلام کے مرکزی صدر جناب ملک رب نواز نے اپنی جماعت کی طرف سے مجلس تحفظ ختم نبوت کو یقین دلایا کہ اس فرقہ ضالہ کے خلاف جو قدم اٹھایا جائے گا، میری جماعت اس میں مکمل تعاون کرے گی۔

چونڈہ کے قابل فخر طالب علم راہنما جناب رفیق باجوہ سابق صدر تعلیم الاسلام کالج ربوہ جو ربوہ کی سٹیٹ کے اندرونی مظالم اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں نے تفصیل کے ساتھ بتلایا کہ ربوہ میں ایک نازی سٹیٹ کا کردار ادا کر رہا ہے اور آزادی اظہار کا جرم کرنے والوں پر سنگین قسم کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔

انہوں نے اپنی دلخراش داستان اس انداز سے سنائی کہ مجمع تڑپ اٹھا۔ جناب باجوہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ سٹیٹ اندر سٹیٹ کے علمبرداروں کی ریشہ دوانیوں کی تحقیق کرے ورنہ مصائب کا لامتناہی سلسلہ جاری رہیگا۔

فجی آئی لینڈ کے طالب علم راہنما جناب قادر بخش (زرعی یونیورسٹی) نے اپنے انگریزی خطاب میں فرمایا کہ ہمارے یہاں تین ہزار کے قریب لاہوری اور قادیانی مرزائی ملت اسلامیہ میں انتشار برپا کرتے رہتے تھے لیکن مجلس کے مرحوم راہنما مولانا لال حسین اختر کی مساعی سے اس فتنہ کا سدباب کیا گیا۔ اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ مرحوم کے اس مشن کو اپنے ملک ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں جاری رکھیں گے۔

ماریشس کے طالب علم راہنما نے کہا کہ ہم اپنے ملک میں ۹۰ فیصد کے قریب ہیں اور اسلامی اخوت کے رشتہ کے پیش نظر اپنی مذہبی اور معاشی فلاح و بہبود کے لئے پاکستان کے مسلمانوں کی توجہات چاہتے ہیں۔

آمریت کے خاتمہ کے ل[illegible]حد ہو جائیں

رحیم یار خان۔ جمعیۃ صوبہ پنجاب کے نائب [illegible] مولانا غلام غوث ہزاروی؟ [illegible]لانا غلام [illegible] نے ضلعی مجلس شوریٰ رحیم یار خان کے اجلاس میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک میں بدترین آمریت مسلط ہے اور عوام ظلم و تشدد کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ سیاسی رہنماؤں کو جیلوں میں اذیت ناک تکالیف پہنچائی جا رہی ہیں دو صوبوں میں اکثریتی پارٹیوں اور منتخب ممبران اسمبلی کو جیلوں میں بند کیا ہوا ہے اور ان پر جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ جن کا ثبوت حکومت کے لئے مشکل بن گیا ہے۔ مہنگائی نے غریب عوام کی کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔ سیلاب زدگان کے لئے کوئی موثر اقدام نہیں کیا گیا۔ سندھ میں پیر پگاڑو کے مریدین حروں کو ناجائز طور پر تنگ کیا جا رہا ہے اور حروں پر مظالم انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔

مولانا موصوف نے ارکان شوریٰ کو کہا کہ اب اس آمریت کے بت کو پاش پاش کرنے کے لئے میدان میں نکل آئیں انہوں نے مرزائیوں کو ملک و ملت کے لئے خطرناک قرار دیا

اجلاس میں تنظیمی امور پر بحث ہوئی، جس میں طے پایا، کہ چاروں تحصیلوں کا دورہ ضلعی امیر کی سربراہی میں کیا جائے۔

اجلاس میں ایک قرارداد میں ولہاڑی کی سیٹ پر ہونے والی دھاندلی ظلم اور تشدد کی سخت مذمت کی گئی۔

ایک اور قرارداد میں مختلف صوبوں میں سیاسی، مذہبی کارکنوں اور راہنماؤں کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا گیا بالخصوص سانگھڑ کے فقراء "حر" بلوچستان کے راہنما سردار خیر بخش مری عطاء اللہ خان مینگل، غوث بخش بزنجو اور دوسرے کارکن پنجاب کے چوہدری ظہور الٰہی، مختار رانا و دیگر سیاسی کارکن اور سرحد کے سابق وزیر اطلاعات جناب محمد افضل خاں و دیگر تمام سیاسی کارکنوں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔

ایک اور قرارداد میں طلباء پر ہونے والے تشدد و زیادتی کی مذمت کی گئی۔ ایک قرارداد میں ملک میں مہنگائی ختم کرانے کے لئے سامان تعیش غیر ملکی کپڑے کی درآمد پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور ملک سے اجناس سبزیاں وغیرہ غیر ممالک میں برآمد کرنے پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا۔

آخری قرارداد میں کپاس کی تجارت کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مندرجہ ذیل پروگرام بنایا گیا۔ جس کے مطابق ضلعی امیر کی قیادت میں دورہ کیا جائے گا۔

۲۳ ذی الحجہ　خان بیلہ　بروز جمعرات ۱۲ بجے تک
" 　ترنڈہ محمد پناہ　" 　" ۴ بجے شام تک
۲۴ " 　لیاقت پور شہر ۹ بجے تک　" جمعہ　ابن آباد
۲۵ " 　پکا لاڑاں　۱۲ " 　" ہفتہ　فیروزہ

اس دورہ کے مقاصد میں تنظیمی امور کارکنوں کا تربیتی پروگرام اور ترجمان اسلام کی توسیع شامل ہیں

(عبدالصبور خان ڈاہر ناظم نشریات)

ختم نبوت کانفرنس میں

زعماء ملت کی تقاریر

(رپورٹ سعید الرحمٰن علوی)

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام اکیسویں سالانہ کانفرنس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو چنیوٹ کے لائبریری پارک میں منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس کی ابتداء حضرت امیر شریعت قدس سرہٗ نے کی تھی اور فیصلہ فرمایا تھا کہ جن دنوں مرزائیوں کا اجتماع ہوتا ہے انہی دنوں یہ کانفرنس ہوا کرے گی۔ چنانچہ جب سے اب تک یہ کانفرنس پورے اہتمام کے ساتھ ہوتی ہے جس میں ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء، سیاسی راہنما اور طلباء شریک ہوتے ہیں۔

شاہ جیؒ کے بعد خطیب پاکستان قاضی احسان احمد اور مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر جو شاہ جی کی زندگی میں ان کے دست راست تھے اس کانفرنس کو پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا آج جبکہ یہ عظیم شخصیتیں دنیا میں نہیں ہیں اور قافلہ حق اپنے کو یتیم سمجھتا ہے اس پروگرام کا جاری رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

لیکن ان قدسی صفت بزرگوں کی معنوی اور روحانی امداد نے اجتماعی قیادت کے سہارے ان بزرگوں کے مشن کو جاری رکھا ہوا ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ ان لوگوں کو روز حشر اپنے عظیم راہنماؤں کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔

امسال کانفرنس کی کامیابی کے سلسلہ میں حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا تاج محمود کی خدمات سنہری حروف میں لکھی جائیں گی حضرت امیر مرکزیہ اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے عملی انتظام میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن ان کی بیدار مغزی اور مخلصانہ قیادت نشان منزل ثابت ہوئی، جبکہ مولانا اشعر اور مولانا تاج محمود نے رات دن ایک کر کے کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

ان حضرات کے علاوہ مجلس کے مبلغین اور چنیوٹ سے تعلق رکھنے والے ہر مکتب فکر کے شہریوں کی خدمات جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔

یہ کانفرنس اپنی عظیم روایات کے پیش نظر ملت اسلامیہ پاکستانیہ کی آرزوؤں کا مرکز بن جاتی ہے۔ عام جلسوں سے ہٹ کر یہ کانفرنس جہاں اسلامی روایات بالخصوص عقیدہ ختم نبوت سے مسلمانوں کی گہری وابستگی کی مظہر ہے وہاں ملت کے اتحاد کا عظیم سٹیج بھی ہے۔

امسال پنجاب کا وسطی علاقہ شدید کہر کا شکار تھا اور اس کی وجہ سے شدید سردی کی لہر نے اچھی خاصی پریشان کن صورت پیدا کر رکھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دریائے چناب سے اس پار کے وسیع تر انتظام کی نفسیاتی فضا اور بڑے لوگوں کی دین حقہ کے معاملہ میں سرد مہری اور سب سے بڑھ کر بعض 'بوالہوسوں' کی سلطنت آمیز پالیسی نے قدم قدم پر مشکلات پیدا کر رکھی تھیں، لیکن آفرین ہے ملت اسلامیہ کے جذبات دینی پر کہ انہوں نے ہر طرح کی مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کر کے بیگانوں اور 'نام نہاد اپنوں' کی مکروہ سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ اور اس طرح کانفرنس کی عظیم روایات کی پاسبانی کی۔ امسال کانفرنس میں بعض خوشگوار تبدیلیاں بھی نظر آئیں۔ بالخصوص بعض مقتدر شخصیتوں اور طالب علم راہنماؤں کا سٹیج پر آ کر اپنے جذبات دینی کا اظہار کرنا۔

کانفرنس کے کل آٹھ اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں تین راتوں کے اجتماعات اپنے معنوی اعتبار سے بڑے اہم تھے۔ اور ان تین راتوں کے اجتماعات میں ملک کے عظیم راہنماؤں نے خطاب کیا۔

پہلی رات جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم عمومی اور ملت اسلامیہ کے عظیم قائد و راہنما حضرت العلام الشیخ مفتی محمود اور جناب بریگیڈیئر گلزار احمد نے خطاب فرمایا۔

جبکہ دوسری رات کے مہمان خصوصی آزاد کشمیر حکومت کے سربراہ جناب سردار عبدالقیوم خاں تھے اور تیسری رات کے خصوصی مقرر جناب آغا شورش کاشمیری تھے۔

حضرت الشیخ النقادۃ العلام حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور مولانا غلام اللہ خاں اپنی مجبوریوں کے پیش نظر خطاب نہ فرما سکے اور یہ دونوں حضرات جمعرات کے دن نماز فجر کے اجتماع سے خطاب فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

ان کے علاوہ آزاد کشمیر کے صدر گرامی کے معاون غلام احمد رضا، ممبر آزاد کشمیر اسمبلی میجر محمد ایوب (محرک قرارداد) مولانا تاج محمود، مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا نور الحق نور رکن مجلس شوریٰ مجلس تحفظ ختم نبوت (پشاور) مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا عبدالرحمٰن ڈاکٹر گوجرانوالہ، سردار امیر عالم خاں لغاری، مولانا عبدالمتین جامعہ محمدی، جناب عزیز انصاری گوجرانوالہ اور جناب حنیف رضا لائلپوری نے مختلف اوقات میں خطاب کیا۔

طالب علم برادری سے برادر عزیز جناب چودھری عبدالمتین ناظم جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب جیسی ہر دلعزیز شخصیت اور روایات اسلاف کے امین علمبردار ساتھی کے علاوہ زرعی یونیورسٹی لائلپور کے صدر و سیکرٹری حافظ وصی محمد، محمد اسلم، چونڈہ کے رفیق باجوہ اور چنیوٹ کے ملک رب نواز وغیرہ نے خطاب کیا، جبکہ نجی آئی لینڈ کے طالب علم راہنما جناب قادر بخش اور ماریشس کے ایک مولانا صاحب نے خطاب کیا۔

یاد رہے کہ اس کانفرنس میں ایک صاحب 'بن بلائے مہمان' کی حیثیت سے شریک ہوئے، جن کو مجلس کے سٹیج کی اہمیت کے پیش نظر تقریر کا موقعہ تو دیدیا گیا۔ لیکن اس طرح وہ اپنی 'عظیم شخصیت' کی مزید رسوائی کا ہی سبب بنے۔ اور بس (اس سلسلہ میں احقر کا ایک تقابلی مضمون علیحدہ ملاحظہ فرمائیں)

کانفرنس کے مقررین نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

جناب سردار عبدالقیوم خاں نے آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کے بعد رونما ہونے والے حالات پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ ایک خاص فرقہ کے لوگوں نے میری حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی اور میرے اور بھٹو صاحب کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے بعض وزراء بالخصوص وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خاں اور وزیر بے محکمہ خورشید حسن میر اور اطلاعات کے خصوصی مشیر یوسف بچ کی ان مکروہ سرگرمیوں کا پردہ چاک کیا جو انہوں نے اس فرقہ ضالہ کی تائید و حمایت میں سرانجام دیں۔

سردار صاحب نے اعلان کیا کہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر میری صدارت کو ختم کر دیا جاتا تو میں چنیوٹ میں مورچہ لگا کر بیٹھ جاتا اور اپنا مقصد حل ہوئے بغیر اسلامی مورچہ کو ختم نہ کرتا۔

انہوں نے نعرہ ہائے تحسین کی گونج میں اعلان کیا کہ آزاد کشمیر کے تعلیمی اداروں میں اسلامی عقائد بالخصوص مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ایک مستند کتاب شامل نصاب کی جائیگی۔

میجر محمد ایوب صاحب نے آج سے تیس سال پہلے اپنی سات سالہ عمر کا ایک قصہ سنایا کہ مجھے ایک مولوی صاحب نے مرزائی فرقہ کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ حتیٰ کہ جب میں پچھلے سال زیارت حرمین کے لئے سعودی عرب گیا تو میں نے دیکھا کہ عرب بھائی پاکستانیوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی وجوہات سانحہ ڈھاکہ اور اسرائیل کے لئے مرزائیوں کی جاسوسانہ سرگرمیاں اور عقیدہ ختم نبوت سے ان کے انحراف و بغاوت کی پالیسی ہے اور اس معاملہ میں وہ پاکستانیوں کو بجا طور پر مجرم سمجھتے ہیں۔ اسی وقت میں نے گنبد خضراء کے سامنے بیٹھ کر یہ وعدہ کیا کہ میں واپس جا کر قانونی طور پر اس مسئلہ کو حل کراؤں گا۔ چنانچہ میں نے اسمبلی میں قرارداد پیش کر کے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

جناب غلام احمد رضا نے اعلان کیا کہ ہم مرزائیت کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو بجا طور پر پورا کریں گے۔

جناب بریگیڈیئر گلزار احمد نے اپنی تقریر میں مسئلہ جہاد پر روشنی ڈالی اور اس پس منظر میں مرزائیت کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔

مولانا عبدالرحیم اشعر نے مجلس کے قیام سے لے کر آج تک اس کی کارکردگی پر مختصر روشنی ڈالی اور اعلان کیا کہ حالات کیسے ہی ناسازگار ہوں ہم اپنے اس مقدس مشن کو ہر حال میں جاری رکھیں گے۔

مولانا تاج محمود نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا

احمد حسین کمال، جمعیۃ اکادمی، سی ۱۵۳ کورنگی ۶، کراچی ۳۱

ہمارا وجود —— اور —— تاریخ کا تقاضا

موجودہ پاکستان کے پس منظر کی کڑیاں برطانوی ہند کی ماضی کی مسلم تاریخ سے ملائی جاتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو خود فریبی سے کام لیا جا رہا ہے یا مسلمان عوام کو فریب دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

آج برصغیر کے مسلمان اس طرح تقسیم ہیں کہ سات کروڑ سے زیادہ کی تعداد، بھارت کی آبادی کا حصہ ہے ساڑھے سات کروڑ بنگلہ دیش میں آباد ہیں اور ساڑھے چھ کروڑ کے لگ بھگ دسمبر ۱۹۷۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی کل آبادی چھ کروڑ نواسی لاکھ اٹھائیس ہزار (۶۸۹۲۸۰۰۰) پاکستان کی آبادی ہے۔

یہ ہے اس اسکیم کا انجام جس کے لئے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے نجات و آزادی کی ضامن تھی اور جس کے ساتھ ماضی کے وہ رشتے جوڑے جاتے ہیں کہ گویا تاریخ اسلام کا یہ سب سے بڑا انقلاب تھا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شمال مغرب کا یہ علاقہ مدت سے مسلم حکومتوں کے ابتدائی دور سے ہی مسلم اکثریت کا علاقہ چلا آرہا تھا۔ اور آج اسی کا نام پاکستان ہے، اس بیّن حقیقت کے اعتراف کے ساتھ اگر ہم نئے عہد کی ابتدا کرتے ہیں تو بے شمار نفسیاتی پیچیدگیوں موہوم امیدوں اور بے اصل تفاخر پسندی سے نجات حاصل کر کے، اس بچے کھچے وطن عزیز کی صحیح خدمت انجام دے سکتے ہیں اور مستقبل کے عزائم پسندوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

تاریخی حقیقت تو یہ ہے کہ یا تو ہم برصغیر کا ایک حصہ ہیں یا وسط ایشیا کے وسیع مسلم علاقہ کا جزو ہیں ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو سیکولرزم اور سوشلزم کی اساس پہ اپنی تعمیر نو کا آغاز کر کے برصغیر کے ساتھ اپنے تاریخی رشتے کو استوار کریں۔

یا پھر اپنی غالب اکثریت، اہلسنت مسلمانوں کے عقائد و روایات کے مطابق صحیح معنی میں ایک مسلم مملکت کی تعمیر کا کام شروع کر کے وسط ایشیا کے مسلمانوں کے ساتھ اپنے تاریخی اور روائتی رشتوں کا دروازہ کھولیں تاکہ خیبر پار کی مسلم آبادی کے لئے ہم اسلامی اخوت کا ایک نمونہ ثابت ہو سکیں۔

مستقبل کے امکانات

وہ وقت بہرحال آکر رہے گا، جب کاشغر سے تاشقند و سمرقند تک پھیلا ہوا وسط ایشیا کا وسیع مسلم علاقہ چین اور روس کے اشتراکی حلقہ سے باہر نکلے گا اور اپنے ماضی کی طرف لوٹے گا۔

اگر ہم نے اس دن کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین تک اس اسلامی عظمت و اقتدار کے بانیوں میں شمار کئے جا سکیں گے۔ جو عظمت و اقتدار صدیوں تک یہاں کے مسلمانوں کا حصہ رہا ہے۔

اس راستے کے علاوہ باقی تمام راستے ہمارے اسلامی وجود کو کم کرنے اور مٹانے کی طرف تو جاتے ہیں ہمیں وسعت دینے کی طرف نہیں جاتے۔

امریکہ اور روس کے منصوبے

امریکہ کا ایشیائی استحکام کا منصوبہ اور روس کا ایشیائی سلامتی کا منصوبہ ہمارے وجود کو بقا بخشنے والے نہیں ہیں۔ دونوں منصوبے ہی ہمیں جغرافیہ اور تاریخ کے حقائق سے ہٹا کر مختلف اطراف میں لے جانیوالے ہیں ان سے بچنے اور محفوظ رہنے کا واحد راستہ وہی ہے جس کی ہم نے اوپر نشاندہی کی ہے۔

امریکہ ہمیں اپنے ایشیائی استحکام کے منصوبہ میں شامل کر کے مشرق وسطیٰ اور خلیج عرب میں پھیلے ہوئے اپنے تیل کے مفادات کا آلۂ کار بنانا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ہمیں ایران کے ساتھ نتھی کر دینا چاہتا ہے جبکہ روس اپنے ایشیائی سلامتی کے منصوبہ میں ہمیں شامل کر کے وسط ایشیا کے ان سیاسی رجحانات پر قابو پانا چاہتا ہے۔ جو جلد یا بدیر اس علاقہ کے مسلمانوں کو اشتراکی حلقے سے باہر نکل جانے پر بشدت مائل کر دینگے۔

ان حالات میں اگر ہم اپنی اہلسنت روایات کے ساتھ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کا سامان کر لیتے ہیں تو ان تاریخی رشتوں کو زندہ کر دینے کا موجب بنیں گے، جنہوں نے ایک ہزار سال تک بشمول شمالی ہند پورے وسط ایشیا کی شاندار مسلم تاریخ کی تشکیل کی تھی۔

یہ امکانات بڑھ رہے ہیں کہ امریکہ اور روس جلد ہی ایشیا میں کسی مشترکہ سیاسی حکمت عملی پر متفق ہو جائیں۔ حال ہی میں ایران کے وزیر اعظم کا روس کا دورہ اور روس و ایران کے وزرائے اعظم کا وہ مشترکہ اعلامیہ جس میں کہا گیا ہے کہ ایران روس کے ساتھ ایشیائی سلامتی کے مناسب پروگرام میں شرکت کے لئے آمادہ ہے (روس کا اعلان بی بی سی کی ۱۴ر اگست ۱۹۷۳ء کی نشریات میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا تھا) اس بات کی علامت ہیں کہ مستقبل میں ایک نئی سیاسی حکمت عملی جنم لینے والی ہے۔ یہ حکمت عملی پاکستان کو کسی ایسے سلسلہ کے ساتھ نتھی کر سکتی ہے جہاں رفتہ رفتہ ہمارا وجود یا ہمارے وجود کی معنویت کمزور پڑ سکتی ہے یا ختم ہو سکتی ہے۔

بدقسمتی سے ہم پروپیگنڈوں کا شکار ایک ایسی قوم بن کر رہ گئے ہیں جو اپنے وجود و بقا کی تجویزوں کو بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے اور ان سے صرف نظر کر لینے کی عادی ہو جاتی ہے۔ اور پھر پروپیگنڈے سے آزردہ کسی نہ کسی منصوبہ میں الجھ کر اپنے وجود پر خود ضرب لگا بیٹھتی ہے۔

پاکستان سے پہلے اور بعد کے متعدد تاریخی تجربے اس بات کا ثبوت ہیں۔

ہمیں ڈر ہے کہ ایشیائی سلامتی کا روسی منصوبہ جو براہ کابل آرہا تھا۔ ہمارے لئے وحشت خیز تھا، لیکن اب یہ ہی منصوبہ اگر براہ طہران اور امریکی حوصلہ افزائی کے ساتھ آیا تو بہترین قومی مفاد کا آئینہ دار بن کر قابل قبول بن جائے گا۔

تاہم ابھی وقت ہے کہ ہم اپنی ماضی کی تاریخ سے روشنی حاصل کر کے اپنی تگ و تاز کا نیا میدان حاصل کر سکتے ہیں جہاں ہمیں امریکہ کے ایشیائی استحکام اور روس کے ایشیائی سلامتی کے منصوبوں سے نہ صرف نجات مل سکتی ہے بلکہ ایک نئے اور شاندار مستقبل کی بنیادیں رکھ سکتے ہیں

ماضی، حال اور مستقبل

اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے خواہ کتنا ہی گریز کیا جائے۔ لیکن دن بدن یہ امکان واضح تر ہوتا چلا جا رہا ہے کہ وسط ایشیا سے برصغیر تک اور ایشیائے کوچک سے مشرق اوسط تک کے ملکوں میں اہم تغیرات رونما ہو کر رہیں گے۔

اور چونکہ یہ پورا علاقہ، زبردست مسلم اکثریت کی آبادی کا علاقہ ہے۔ اس لئے ان تغیرات کا گہرا اثر، مسلمانوں پر اور اسلام پر پڑنا لازمی ہے۔

یہ پورا علاقہ، خلافت مدنیہ، خلافتِ دمشق اور خلافتِ بغداد کے زمانوں میں خلافت کے اقتدار کے ساتھ منسلک رہا ہے۔

اور یہاں ان رجحانات نے نشو و نما پائی ہے جو چنگیز و ہلاکو کے حملوں اور یلغاروں سے پہلے کئی صدیوں تک اسلامی عہد کے سایہ میں پیدا ہوتے رہے۔

تاتاریوں کے بے پناہ حملوں کے بعد عالم اسلام کا شیرازہ بکھرا اور وہ تین واضح خطوط میں تقسیم ہو گیا۔

ایک خط نے عرب مسلمانوں کو علیحدہ کر دیا۔ ایک خط نے ترک اور ایران کو جدا کیا اور ایک خط وسط ایشیا سے برصغیر کے شمالی حصوں پر مشتمل قائم ہوا۔

سنہ ۱۲۱۶ء کے بعد، جب چنگیز خاں کے حملے شروع ہوئے تھے، حقیقی خلافت کے اقتدار کا خاتمہ شروع ہو گیا تھا اس کے بعد ان تینوں علاقوں میں مسلمانوں کی مجموعی تاریخ اپنے اپنے خطوط پر بڑھتی رہی اور اپنے اپنے جداگانہ راستے بناتی رہی۔ اٹھارہویں صدی کے بعد یہ

تینوں مسلم علاقے تیزی کے ساتھ یورپین طاقتوں کے تسلط میں آتے چلے گئے، حتیٰ کہ بیسویں صدی کے ربع اول تک ہر علاقہ مکمل طور پر کسی نہ کسی یورپین طاقت کے زیرنگین آگیا

وسط ایشیا پر اٹھارھویں صدی میں ہی روس کا قبضہ مکمل ہوگیا تھا، عرب اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر حصہ پر انگریز حکمران بن گئے۔ شمالی افریقہ کے مسلم عرب علاقوں پر فرانس قابض ہوگیا۔

دو تین آزاد مسلم ریاستیں باقی رہ گئی تھیں، ان پر بھی کسی نہ کسی واسطے سے یورپین طاقتیں اثر انداز ہوتی رہیں وسط ایشیا سے برصغیر تک جو مسلم علاقہ کی ایک وحدت قائم ہوئی تھی، انگریزوں کے غلبہ کے بعد وہ چار حصوں میں بٹ گئی۔

برصغیر کا علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں آگیا۔

افغانستان کی ایک علیحدہ ریاست وجود میں آئی۔

تاشقند، سمرقند، بخارا وغیرہ کے وسط ایشیائی مسلم علاقے زار روس کے قبضہ میں رہ گئے۔

مسلم رجحانات

کاشغر (سنکیانگ) کا وسط ایشیا کا مسلم علاقہ چین کے تسلط میں رہا۔ تاہم ان علاقوں میں مسلم رجحانات کی وحدت کا غلبہ باقی رہا۔

یہ مسلم رجحانات "سنیت" کے رجحانات ہیں۔

ان علاقوں کی غالب مسلم آبادی "سنی عقیدہ" رکھنے والی آبادی ہے اور اس توسط سے اس کا ذہنی رشتہ ایک طرف ترکی سے گذر کر عرب تک جا پہنچتا ہے اور دوسری طرف برصغیر سے گذر کر جنوبی عرب کے ساحلوں اور جنوبی ایشیا کے مسلم علاقوں، انڈونیشیا اور ملائشیا تک پہنچ جاتا ہے۔

تاہم "سنیت" کا جو مضبوط رجحانی رشتہ وسط ایشیا سے برصغیر تک کے مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ اس کی نشوونما تصوف کے خاص میلانات پر ہوئی ہے، جو اس علاقہ کے ساتھ منفرد رہے ہیں۔ یہ میلانات یہاں دو تحریکوں کی شکل میں آگے بڑھے تھے۔

تحریک مجددی اور تحریک ولی اللّٰہی

ایک تحریک مجددی کی شکل میں، جس کی بنیاد جہانگیر بادشاہ کے عہد میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے رکھی۔

دوسری تحریک ولی اللّٰہی کی شکل میں، جس کی اساس عالمگیر بادشاہ کی وفات کے بعد شاہ ولی اللّٰہ دہلوی نے قائم کی اسلام کے ہمہ گیر تصورات کے ساتھ، ان دونوں تحریکوں نے برصغیر سے وسط ایشیا کے دور دراز علاقوں تک اپنے اثرات پھیلا دیئے۔ اور یہاں کے مسلمانوں کو فکر و عمل کی ایک وحدت میں پرو دیا۔

سیاسی اعتبار سے برصغیر اور وسط ایشیا کے درمیان رشتۂ وحدت انگریزوں کے غلبہ کے آغاز یعنی انیسویں صدی کے وسط تک قائم رہا۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد ان فکری اور سیاسی رشتوں کی وحدت کو اساس بنا کر ہی شروع ہوئی تھی۔ یہ دراصل مجددی اور ولی اللّٰہی تحریکوں کا ہی ارتقاء تھا۔

کیا اس وسیع علاقے کے مسلمانوں کے درمیان ماضی کے ان رشتوں کی تجدید اب نہیں کی جاسکتی؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عرب سے نکل کر خالص اپنے اصولوں کی بنیاد پر جو مستحکم سانچہ تیار کیا ہے، اس کے نقوش وسط ایشیا سے برصغیر کے مسلم علاقے تک ہی پائے جاتے ہیں۔

عرب میں اسلام عربیت کا جامہ پہن چکا ہے۔ اور اسی جامہ میں وہاں اس کا نشوونما ہوتا رہے گا۔

ایران میں وہ ایرانیت کا جامہ پہنے ہوئے ہے۔

خالص نظریات اور اصولوں پر اس کی تشکیل و تعمیر آخری دور میں برصغیر سے وسط ایشیا کے مسلم علاقوں میں ہی ہوئی ہے۔

یہاں سے ہی وہ علمی سرمایہ اور فکری شخصیتیں اٹھی ہیں جنہوں نے اسلام کی اساس پر ایک انقلاب لانے اور ایک نظام برپا کرنے کی بات کی اور سرگرمی دکھائی۔

چنانچہ تاریخی عوامل کا تقاضا یہ ہے کہ برصغیر کے ساتھ وسط ایشیا کا رشتہ از سر نو زندہ ہو۔

ماقبل اسلام اور مابعد اسلام

حقیقت یہ ہے کہ قبل اسلام کی تاریخ میں بھی وسط ایشیا اور برصغیر کے درمیان رشتوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

بدھ دور میں برصغیر ایک طرف وسط ایشیا سے دوسری طرف جنوب ایشیا سے ذہنی اور فکری طور پر مربوط رہا ہے اور ان روابط نے بارہا سیاسی ربط کو بھی جنم دیا ہے۔

مسلم دور میں تو فکری اور سیاسی ربط، برصغیر اور وسط ایشیا کے درمیان مسلسل کئی صدیوں تک جاری رہا ہے۔

چنانچہ اس وقت دنیا میں یہ ہی ایک ایسا علاقہ ہے جو موجودہ قومیت و وطنیت کے تصورات سے بلند تر رہ کر نظریاتی اور اصولی تبدیلیوں کی آماجگاہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے فی الحال اسی علاقہ میں روسی اشتراکیت اور چینی اشتراکیت کے درمیان جاری کشمکش کے اثرات کام کر رہے ہیں۔

اور یہ دونوں طاقتیں اپنے اپنے طور پر اس علاقے میں اپنے اپنے مقاصد کے مطابق فکری و سیاسی وحدت کے تصورات پھیلانے میں مصروف ہیں۔ حالانکہ اس علاقہ میں سب سے زیادہ مواقع ان اسلامی تصورات کو پھیلانے کے موجود ہیں، جو مجددی اور ولی اللّٰہی تحریکوں نے پیدا کئے تھے۔

مجددی اور ولی اللّٰہی اساس پر مبنی "سنیت" کا ایک وسیع فکری دائرہ آج بھی اس پورے علاقہ کو ایک وحدت کے اندر لے سکتا ہے۔

معاشی حالات کا دباؤ

لیکن اس کے لئے اولاً ان معاشی عوامل سے نمٹنا ضروری ہے جو انگریزی دور حکومت کے آغاز سے اس علاقہ کے ربط کو کاٹ دینے کا باعث بنے تھے۔

آج ان معاشی عوامل نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا ہے ظاہر ہے کہ یہ رخ اشتراکیت کی طرف ہے۔ اور وقت کے تقاضے قدیم جاگیردارانہ و جدید سرمایہ دارانہ نظام کے حق میں نہیں ہیں۔

متوازن اقدام کی ضرورت

اس لئے یہاں ایک ایسی عظیم تحریک کی بنیاد رکھنے کے لئے جو برصغیر اور وسط ایشیا کے ماضی کے اسلامی رشتوں کو از سر نو زندہ کر کے ایک نئے اسلامی دور کا راستہ کھول دے وقت کے معاشی تقاضوں اور رجحانات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی اس علاقہ میں گذشتہ اسلامی عظمت کو بروئے کار لانے کے لئے اس کشمکش میں جو چینی اشتراکیت اور روسی اشتراکیت کے درمیان برپا ہے، ایک ایسا متوازن کردار متعین کرنا بھی لازمی ہے۔ جوان دونوں فریق میں سے کسی کے لئے بھی مخالفانہ یا یک طرفہ موافقانہ نہ ہو۔

اور یہ بات تو انتہائی تباہ کن و احمقانہ ہے کہ اسلام کا نام لیکر ان دونوں فریق کی مخالفت میں سرگرم ہوجایا جائے۔

اس لئے کہ اس سے صرف اسی سامراجی فریق کو فائدہ پہنچ سکتا ہے جس کا کوئی بھی تعلق اس علاقہ سے نہیں ہے اور جو محض ایک ایسی استحصالی قوت ہے۔ جس کا مستقبل یقینی طور پر ختم ہو چکا ہے۔

اصل صورت حال

یہ بات ہر وقت ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ ایشیا اور افریقہ میں مغربی سامراجی قوتوں کا عمل دخل آخری مراحل سے گذر رہا ہے۔

اور یہاں مستقبل کی چار قوتیں ابھر رہی ہیں۔ روسی اشتراکیت چینی اشتراکیت، بھارتی جمہوریت اور عرب نیشنلزم۔

ان چاروں طاقتوں میں سے آخرالذکر دونوں طاقتیں کسی نہ کسی طرح سے اول الذکر دونوں طاقتوں کے اثرات سے متاثر ہوں گی اور بالخصوص پہلی طاقت کے اثرات آخری دونوں طاقتوں پر پڑنے کے زیادہ امکانات ہیں۔

ان تمام ممکنہ مضمرات کو پیش نظر رکھ کر برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے طرز عمل اور رجحانات کا تعین کرنا ہوگا۔

اسلام کی اساس

وہ اگر اپنا انفرادی تشخص قائم کرنا اور قائم رکھنا چاہیں گے تو اسلام کو اساس بنا کر ہی قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب وہ مجددی، ولی اللّٰہی سنی فکری تحریک کے دائرہ میں وسط ایشیا کے مسلمانوں کے ساتھ اپنی وحدت کا رشتہ زندہ کریں۔

اپنی اس بکھری ہوئی ماضی کی طاقت کو اس طرح جمع کریں کہ وہ وقت کے معاشی تقاضوں کے خلاف نہ جائے۔

سامراجی و استحصالی قوتوں کا آلہ کار نہ بنے اور مستقبل کی روسی اشتراکیت و چینی اشتراکیت کے درمیان برپا ہونے والی کشمکش میں ایسا کردار ادا کرنے کے قابل ہو جائے جس سے دونوں فریق مطمئن ہو کر اس کو ربط سے

(باقی [illegible] پر)

بقیہ — ہمارا وجود

ہمدردی رکھ سکیں اور اسے اپنے لئے ثالث تسلیم کرسکیں پاکستان کے مسلمان اگر اپنے لئے ایک ایسے اسلامی کردار کے تعین اور مظاہرہ میں کامیاب ہوگئے جو ایشیائی عوام بالخصوص برصغیر سے وسط ایشیا تک کے عوام کے مسائل کا حل ثابت ہوسکے تو اس سے نہ صرف پاکستان کے وجود کی انفرادیت کا تحفظ ہوجائے گا بلکہ مستقبل کی اس کشمکش میں جو بالآخر روسی اشتراکیت کے درمیان ایشیا بھر میں اور خاص طور پر برصغیر سے وسط ایشیا تک علاقہ میں برپا ہوگی، پاکستان کا اسلامی کردار فیصلہ کن بن جائے گا۔

اور یہ عین ممکن ہے کہ روسی اور چینی اشتراکیت اپنے نزاعات کے فیصلہ کے لئے اسلام کو ثالث تسلیم کرلیں۔

موجودہ حالات میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خطوط کیا ہونے چاہئیں؟

پاکستان کے وہ عناصر اور ان کی حامی صحافت جنہوں نے پاکستان کے بعد ہی پاکستان کی خارجہ پالیسی کو آزادانہ غیر جانبدارانہ اور افرایشیائی مفادات سے کلی طور پر ہم آہنگ بنانے کے بجائے لگاتار اس پر زور دیا تھا کہ یہ پالیسی، امریکہ جیسی عظیم طاقت کی خارجہ پالیسیوں کے ساتھ ہم آہنگ بنائی جانی چاہئے۔

اور ان کی یہ کوشش بہرحال پاکستان کے پہلے وزیراعظم کے قتل کے بعد علانیہ طور پر کامیاب بھی ہوگئی تھی۔ چنانچہ پاکستان امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ میں منسلک ہونے کے ساتھ ایشیائی ملکوں کی ان فوجی تنظیموں کا بھی رکن بن گیا تھا، جن کو امریکہ کی سرپرستی حاصل تھی۔

اب وہی عناصر اور صحافت دسمبر ۱۹۷۱ء کے عظیم تغیر کے بعد اسی امر پر پھر زور دے رہی ہے کہ پاکستان از سرنو ایک آزاد غیر جانبدارانہ اور عرب ایشیائی و افریقی ملکوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگ خارجہ پالیسی تشکیل دینے کی بجائے، صرف چین کی خارجہ پالیسی کے ساتھ خود کو ہم آہنگ بنائے۔ اس سلسلہ میں پاکستان کی ایک سیاسی جماعت جو بدنامی کی حد تک امریکہ نوازی میں مشہور رہی اور جس نے ۱۹۵۵ء کے آخر یا ۱۹۵۶ء کے اوائل میں ایک شورائی تجویز کے ذریعہ امریکہ کے ساتھ ہم آہنگی کے امکان کا خیر مقدم کیا تھا۔ اس جماعت نے گذشتہ سال اپنی شوریٰ میں چین کے ساتھ دفاعی معاہدہ کی تجویز تک علی الاعلان پیش کردی ہے

پیپلز پارٹی جو اس وقت حکمران جماعت ہے، ماضی میں جب تک وہ حکمرانی کی مسند پر فائز نہیں ہوئی تھی، اس کے بیشتر راہنماؤں، کارکنوں اور صحافیوں کا رجحان بھی مکمل طور پر چین کی طرف تھا۔ حکومت سنبھالنے کے بعد نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں یہ رجحان اب بھی ایک طرفہ طور پر موجود ہے یا نہیں اس لئے کہ پارٹی کے چیئرمین مسٹر بھٹو نے اب تک بحیثیت صدر و وزیراعظم جو بیانات دیئے ہیں۔ وہ چین کے ساتھ عہد و پیمان کے ایک طرفہ رجحان سے بیشتر خالی نظر آتے ہیں مزید برآں پیپلز پارٹی کا وہ گروہ، جو شدت کے ساتھ چین نوازی کی طرف مائل تھا، وہ پارٹی سے علیحدہ ہوچکا ہے۔ تاہم جب تک پیپلز پارٹی کی طرف سے کسی واضح اور دوٹوک موقف کا اعلان نہیں کردیا جاتا، اس وقت تک وثوق سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی ہے۔

البتہ ان عناصر کا موقف بالکل واضح طور پر سامنے آ چکا ہے۔ جو ماضی میں امریکہ نوازی کے لئے معروف رہے ہیں وہ اب شدت کے ساتھ چین سے یک طرفہ دوستی اور دفاعی معاہدہ کرلینے کی وکالت کرتے رہتے ہیں۔

ظاہر طور پر اب ملک میں امریکہ نوازی کی بات کرنے والا عنصر کوئی نظر نہیں آتا اور روس نوازی کا رجحان بھی کسی طرف سے ظاہر نہیں ہورہا ہے، سوائے اس کے کہ آزاد و غیر جانبدارانہ پالیسی کی حمایت کرنے والوں کو روس نوازی سے متہم کیا جائے۔ چنانچہ سامنے کے خارجہ پالیسی کی تشکیل کے اب دو ہی رجحان رہ جاتے ہیں۔

ایک یہ کہ چین کے ساتھ خصوصی اور یک طرفہ تعلق کی اساس پر پاکستان کی خارجہ پالیسی تشکیل پائے۔ یا ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ملکوں کے ساتھ ہم آہنگ آزاد و غیر جانبدار خارجہ پالیسی کی تشکیل کی جائے۔

حالات اور واقعات کے گہرے مطالعہ اور گذشتہ سالوں کے تلخ تجربات سے یہ بات کچھ زیادہ دلیل کی محتاج نہیں رہتی کہ پاکستان کے مستقبل کے تحفظ کی ضمانت اب بھی صرف بڑی طاقتوں سے آزاد و غیر جانبدار اور عربی ایشیائی و افریقی ملکوں کی بڑی اکثریت کے ساتھ ہم آہنگ خارجہ پالیسی ہی ہوسکتی ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے یہ بات بھی واضح ہوتی جارہی ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ممالک، دو بڑی طاقتوں امریکہ اور روس کے حلقہ ہائے اثر کی گرفت سے خود کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں اور کسی تیسری بڑی طاقت کو اپنے اوپر حاوی ہونے کا موقعہ نہیں دینا چاہتے ہیں۔

یہ حقیقت حالیہ عرب اسرائیل جنگ کے موقعہ پر کافی ابھر کر سامنے آگئی ہے

اور اب عرب ملکوں اور بیشتر ایشیائی افریقی ملکوں کے قدم اسی پالیسی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ان حالات میں پاکستان کے لئے بھی صحیح راستہ یہی ہے کہ اس پالیسی کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہوئے ایشیائی افریقی ملکوں میں اپنے لئے برادرانہ اہمیت کی جگہ بنالے۔

یہ ہی وقت کا اور تاریخ کے عمل کا تقاضا ہے۔

اظہار تعزیت

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات مولانا زاہد الراشدی ضلع کیمبلپور کے سیکرٹری اطلاعات مولانا سعید الرحمٰن علوی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید نے گذشتہ روز لائلپور میں حضرت مولانا محمد یوسف الحسینی کے فرزندان گرامی مولانا محمد زبیر الحسینی صاحب اور حافظ محمد زہیر الحسینی صاحب سے ملاقات کی اور حضرت مولانا مرحوم کے وصال کے المناک سانحہ پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ مجلس کے اختتام پر ایصال ثواب کے لئے دعا کی گئی۔

مجھے اکابر جمعیۃ کی قیادت پر مکمل اعتماد ہے

(مولانا عبدالمجید ندیم)

بعض حضرات کی طرف سے اڑائی جانے والی یہ خبر شرانگیز اور حاسدانہ جذبہ پر مبنی ہے کہ میں نے جمعیۃ کے باغی گروپ میں شمولیت اختیار کرلی ہے۔

۹ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو لاہور کے کنونشن میں میں مدعو نہیں تھا، اس روز حافظ آباد کے قریب ایک جلسہ میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے لاہور سے گزرا تو چند دوستوں کے تقاضا پر باغیوں کی سیاسی توانائی کا جائزہ لینے کے چلا گیا۔ اور وہاں جاکر میں نے جماعت کی حمایت میں بات کی جو ان حضرات کے لئے باعث قلق ثابت ہوئی۔ بہرحال میری اس وضاحت کے بعد جماعتی حلقوں میں کسی قسم کی غلط فہمی کی گنجائش نہیں رہنی چاہیئے۔

(سید عبدالمجید ندیم ناظم عمومی ضلع ڈیرہ غازیخان)

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محمد عثمان غنی کے بعد میرے گھر محمد عمر فاروق دوسرا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جمیع علماء کرام و قراء حضرات بچے کی عمر و صحت میں برکت کی دعا فرمائیں۔

(قاری محمد شریف قصوری خطیب کنارہ بازار لاہور)

دعائے صحت کی اپیل

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے جنرل سیکرٹری صاحبزادہ عبدالباری جان کے فرزند صاحبزادہ محمد الیاس جان کافی عرصہ سے گورنمنٹ لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں زیر علاج ہیں۔ ان کی صحت یابی کے لئے تمام رفقاء اور عام مسلمانوں سے دعا کے لئے اپیل کی جاتی ہے۔

حاجی صاحبان کو انتباہ

حاجی صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ ایسا مصلیٰ (جا نماز) نہ خریدیں جس پر + صلیب کا نشان بنا ہوا ہو کیونکہ یہ نصاریٰ کی علامت ہے اور سازش کے تحت بعض مصلّوں پر بنایا جاتا ہے۔

(اللہ بخش از عیدو سٹیشن گوسترجی تحصیل سکھر سندھ)

داخلہ

مدرسہ عربیہ دارالعلوم محمدیہ گوٹ عیدو تعلقہ وضلع سکھر سندھ میں عربی و فارسی کے طلبہ کا داخلہ جاری ہے تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ خواہشمند طلبہ جلد رجوع کریں

اللہ بخش سومرو از عیدو

سٹیشن گوسترجی تحصیل سکھر سندھ



جمعیۃ علماء اسلام حسن ابدال کا نیا انتخاب

۲۴-دسمبر کو بعد از نماز مغرب بر مکان مولانا عبدالقادر قاسمی ایک اجلاس زیر صدارت الحاج مولانا عبدالحمید صاحب سابق نائب امیر جمعیۃ منعقد ہوا۔ قاری محمد داؤد کی تلاوت کے بعد مولانا شمس الدین خطیب مسجد محلہ اندرون نے علماء دیوبند کی قربانیوں پر روشنی ڈالی اور حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی قیادت کو شاندار الفاظ میں سراہا۔ ازاں بعد باتفاق رائے مندرجہ ذیل عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا:-

امیر	مولانا الحاج عبدالقیوم
نائب امیر	الحاج صوبیدار اللہ بخش
ناظم اعلیٰ	حافظ عبدالرحمٰن
ناظم	الحاج مولانا عبدالحمید
ناظم اطلاعات و نشریات	قاری ضیاء الحق
خازن	صوفی محمد زیبی
سالار	صوفی عبدالغفور

اجلاس میں اکابرین جمعیۃ حضرت درخواستی دامت برکاتہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا عبیداللہ انور کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ نیز ضلعی امیر مولانا حبیب الرحمٰن کے انتخاب پر مسرت کا اظہار کیا گیا۔

قائد جمعیۃ کا پیغام
کارکنوں کے نام

جمعیۃ علماء اسلام خویشگی پایاں سرحد کے تین ممتاز کارکن مولانا سید علی شاہ، حافظ نور الحق اور مولانا گل شیر ڈی پی آر کے تحت ہری پور جیل میں نظر بند رہنے کے بعد رہا ہوئے۔ تو نوشہرہ صدر جمعیۃ کے رفقاء نے ان کے اعزاز میں دعوت استقبالیہ دی۔ اس موقعہ پر قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود نے مندرجہ ذیل تحریری پیغام کے ذریعہ کارکنوں کا خیر مقدم فرمایا:-

محترم حضرات مجاہدین ملت رفع اللہ درجاتکم

سلام مسنون!

میں راولپنڈی جا رہا ہوں۔ آپ بالمشافہ بات کرکے سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا۔ اس پیغام کے ذریعہ آپ کا خیر مقدم اور استقبال کرکے آپ کے اس اجلاس میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس ظالمانہ دور میں جب اسلامی اقدار پامال ہو رہی ہیں اور جمہوریت دم توڑ رہی ہے آزادیٔ ضمیر، آزادیٔ رائے، آزادیٔ خیال سلب کرلی گئی ہے آپ کی جدوجہد مشعل راہ ہے۔ آپ نے قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر نئی روح مردہ جانوں میں پھونک دی ہے اور قوم کو پھر زندگی کی امید دلادی ہے۔ اس لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میری طرف سے اور پوری قوم کی طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ وفقکم اللہ لما یحبّ ویرضیٰ۔ والسلام

آپ کا خادم — محمود عفا اللہ ۱۴/۱۲/۷۳

مفتی محمودؒ نے حضرت مدنیؒ اور امیر شریعتؒ کا مشن سنبھال رکھا ہے

عوام جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں (مولانا غلام اللہ خاں)

نکی مسجد رحیم یار خاں میں ایک عظیم الشان اجتماع میں جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز راہنما شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب (راولپنڈی) نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک کی بقاء صرف محمدی نظام پر منحصر ہے کیونکہ یہ ملک صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک ناموس رسالت کا تحفظ نہ کیا گیا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ آج قادیانی یہ خواب دیکھ رہے ہیں اور دوسرے ممالک میں یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان مرزائیوں کی ریاست ہے۔ ہم ان کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ جب تک ہم زندہ ہیں، ناموس رسالت کے پروانے اور محمد عربی صلعم کے دیوانے موجود ہیں مرزائیوں کے مقاصد کو خاک میں ملا دیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرکزی وزیر مسٹر کوثر نیازی نے پشاور میں کہا کہ ہم قانون بنائیں گے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے ہم ایسا قانون ہرگز نہیں بننے دیں گے۔ خاں صاحب نے فرمایا کہ جس طرح اسرائیل عربوں کے لئے ناسور ہے اسی طرح ربوہ پاکستان کے لئے ناسور ہے۔ یہ ملک کے وزیراعظم مسٹر بھٹو کے بھی خیر خواہ نہیں ہیں۔ بلکہ وزیراعظم کے وقار کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔

مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے عوام سے اپیل کی کہ وہ قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود کے پرچم کے تلے جمع ہو جائیں کیونکہ اہل حق علماء کی وابستگی حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ہے

انہوں نے مفتی محمود کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج بعض ناعاقبت اندیش جنہوں نے اپنے ضمیر کو مردہ کرکے حکومت کی ہاں میں ہاں ملائی ہے مفتی صاحب کو نشانۂ تنقید بناتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ غلط باتیں کرنے سے گریز کریں۔

مولانا موصوف نے فرمایا کہ ملکی سالمیت اور جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ بلوچستان و سرحد کے مظلوم عوام کو نجات دلائی جائے اور ان کے حقوق یعنی نیپ اور جمعیۃ کی حکومتوں کو بحال کیا جائے۔ آپ نے حق و صداقت کو پرکھنے کے لئے ایک اصول بیان فرمایا کہ باطل پرست لوگ جن کی تعریف کریں اور جن صاحبان کو اپنے آگے لائیں تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ جھوٹے ہیں اور باطل اور اگر لوگ جن اشخاص کو برا بھلا کہلائیں قرآن کو حق پر سمجھنا چاہیئے

مولانا نے کہا کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت شاہ جیؒ کے مشن کو مولانا مفتی محمود کو زندہ کر رکھا ہے، ان کے ساتھ تعاون کرنا ہر کلمہ گو کا اپنا فریضہ ہے۔

اجلاس میں مختار رانا، چودہری ظہور الٰہی، عطاء اللہ مینگل اور پیر پگاڑو کے مریدین حروں پر مظالم کی شدید مذمت کی گئی اور سیاسی اسیروں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا جلسہ کی صدارت جمعیۃ علماء اسلام کے راہنما شیخ القرآن مولانا عبدالغنی صاحب نگران اعلیٰ مدرسہ عربیہ بدر العلوم نے فرمائی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض قاری حماد اللہ صاحب نے انجام دیئے۔

فلم ڈان آف اسلام کے بارہ میں دار العلوم کراچی کا فتوے

"یوں تو ہر فلم ہی ناجائز ہے، پھر صحابہ کرام کے واقعات کو فلمانا تو ان مقدس ہستیوں کی توہین بھی ہے۔ پھر گناہ کو ثواب کہنا اور بھی سخت گناہ ہے اور یہ کہنا کہ اس سے اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے خود فریبی ہے۔ تبلیغ کی بھی کچھ حدود شریعت نے مقرر کی ہیں۔ جو تبلیغ ان حدود کو پامال کرکے ہو وہ دین کی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ کل اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہہ فلمانے کے لئے تبلیغ اسلام ہی کی دلیل دی جائے تو کیا اسے تسلیم کر لیا جائے گا؟ اور ہمیں نہیں معلوم کہ کسی قابل اعتماد، مستند اور متقی صاحب فتوے عالم نے اس کو سراہا ہو۔ اگر کسی نے سراہا ہے تو گناہ کیا ہے، جس کی ذمہ داری اس پر ہے۔ واللہ اعلم۔"

کتبہ محمد رفیع عثمانی نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

الجواب:- محمد عاشق الٰہی بلند شہری

مولانا عبدالشکور کو صدمہ

ممتاز مبلغ اسلام اور تنظیم اہلسنت کے رہنما مولانا عبدالشکور دین پوری کا فرزند جواں سالی میں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ادارہ اس صدمہ میں مولانا دین پوری کے ساتھ برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے مولانا موصوف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

جامع مسجد واصو آستانہ میں ایک عظیم اجتماع میں اس صدمہ پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق کے لئے دعا کی گئی۔

علم و تحقیق

از
مولانا عبدالشکور ترمذی ساہیوال ضلع سرگودھا

اسلام میں سزائے ارتداد

(قسط نمبر ۳)

اب قتل و صلب وغیرہ کی جن سزاؤں کو بحالت مجبوری برداشت کرنا پڑتا ہے اور ثبوت جرم کے بعد ان سزاؤں سے بچنے کا کوئی اختیار مجرم کو نہیں دیا جاتا، ان کو تو دین میں جبر و اکراہ کی نفی کے خلاف نہ سمجھنا اور ارتداد کی سزا کو اس کے خلاف سمجھنا عجیب قسم کا تضاد اور تمام امت مسلمہ کے خلاف قرآن فہمی کا نرالہ طریقہ ہے۔

جرم ارتداد پر سزائے قتل کی وجہ

اب رہا یہ سوال کہ ترکِ اسلام اور ارتداد پر سزائے قتل کو تجویز ہی کیوں کیا گیا ہے ؟

سو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ترک اسلام میں پوری ملت اسلامیہ کا ہتک حرمت اور اس کی بے عزتی ہے۔ گر کوئی شخص سرے سے اسلام کو قبول ہی نہ کرے تو اس پر کچھ جبر نہیں اور اس میں اسلام کی کچھ توہین نہیں ہے، لیکن اسلام کو بضا و رغبت قبول کر لینے کے بعد اس کے ترک کرنے اور ارتداد سے اسلام کی سخت توہین ہوتی ہے۔ سزائے ارتداد سے مقصد شریعت یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ارتداد کے جرائم سے متاثر نہ ہو اور کمزور اور سادہ لوح مسلمانوں کے لئے اسلام کا ترک فتنہ اور آزمائش کا سبب نہ بن جائے۔ شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں ارتداد ایک مجسم فتنہ ہے، مرتد کی حالت کو دیکھ کر اور اس کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر دوسرے لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے اور ملتِ اسلامیہ کی حقانیت میں تذبذب اور تردد واقع ہونے کا سخت خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، اور اس طرح ملت اسلامیہ میں فساد عظیم اور فتنہ کے برپا ہونے کا قوی امکان پیدا ہو کر ملت کے شیرازہ بکھرنے کا پورا سامان جمع ہو جاتا ہے۔ اس فتنہ کے سدباب اور ملت اسلامیہ کو انتشار سے بچانے کے لئے ترک اسلام اور ارتداد کو قابل سزا جرم قرار دے کر اس پر سزائے قتل کو تجویز کیا گیا ہے۔ جب شریعت اسلامیہ نے ایک جان کے قتل اور ایک عورت کی ہتک عزت (زنا) کی سزا قصاص اور رجم کی صورت میں تجویز کی ہے تو پوری ملت اسلامیہ کی بےحرمتی اور ہتک عزت کو کیسے برداشت کیا جا سکتا تھا، اگر اس پر قتل کی سزا کو تجویز کر دیا گیا تو اشکال کیوں کیا جاتا ہے ؟

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ملت کو حفاظت خود اختیاری کے حق کی رو سے ایسے اقدامات کا حق پہنچتا ہے، جن کے ذریعہ پیدا شدہ فتنوں کے استیصال کے ساتھ متوقع خطرات اور انتشار سے ملت کی حفاظت کی جا سکے، اس لئے ایسے حفاظتی قوانین بنانے اور اقدامات کرنے سے ملت اسلامیہ کو بھی نہ تو محروم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا یہ حق اس سے چھینا جا سکتا ہے۔

جس طرح دنیوی حکومتوں کے لئے یہ حق تسلیم کیا جاتا ہے کہ مملکت کی وضع کردہ بنیادی پالیسی کے خلاف کسی باشندے کے اقدام کرنے پر وہ سزائے موت تجویز کر دے۔ کیا سرمایہ دار ممالک اپنے کسی باشندے کو مملکت کی بنیادی پالیسی کے خلاف اقدام کرنے اور اسے کیمونسٹ بن جانے یا کیمونسٹ نظریات کی تبلیغ کرنے کی اجازت دیتے ہیں ؟ اسی طرح کیمونسٹ ممالک اپنے کسی شہری کو غیر کیمونسٹ اقدامات کرنے کی کھلی چھٹی دیتے ہیں ؟ ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ اس طرح ان کا نظام حکومت اور سلطنت کی بنیادی پالیسی تباہ ہو کر رہ جائے گی جس کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح مملکت اسلامیہ کا بھی یہ حق تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ وہ اپنی رعایا (مسلمانوں) کے لئے ایسا قانون بنا دے جس کی رو سے ملت اسلامیہ کی وضع کردہ بنیادی پالیسی کے خلاف اقدام کرنا ممنوع قرار دیا جائے اور ملت اسلامیہ کی حدود سے نکلنا اور اسلام کا ترک کرنا ناممکن ہو جائے۔

اور اگر کوئی مسلمان ملت اسلامیہ سے بغاوت اور سرکشی اختیار کر کے اسلامی سرحد کو عبور کر جائے اور ارتداد کے جرم کا ارتکاب کرے تو اس پر سخت سے سخت سزا قتل کو تجویز کر دے۔

اس سزا کو تجویز کر کے شریعت اسلامیہ نے درحقیقت مملکت اسلامیہ اور ملت اسلامیہ کی بنیادی پالیسی کی حفاظت کا حق ادا کیا ہے، اور اپنے حفاظت خود اختیاری کے حق کو استعمال کیا ہے۔

اب جو یہ کہا جا رہا ہے کہ "بظاہر دنیاوی نقطہ نگاہ سے ایک مہذب ملک میں اس قسم کی سزا کا کوئی عقلی جواز نظر نہیں آتا" (نوائے وقت حوالہ بالا) یا تو یہ کوتاہ نظری اور غلط نظری کا نتیجہ ہے یا پھر ملحدانہ پروپیگنڈے اور یورپین غلط نظریات سے بیجا مرعوبیت کا اثر ہے۔ ورنہ ملک و ملت کو فتنوں سے بچانے اور انتشار سے محفوظ رکھنے کے لئے اس قسم کی سزا کا کوئی عقلی جواز کیوں نظر نہیں آتا ؟

خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سزائے ارتداد کسی کو بجبر و اکراہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے مقرر نہیں کی گئی ورنہ تو غیر مسلم رعایا کو اسلامی سلطنت میں رہنے کی اجازت ہی نہ ہوتی اور کافر اصلی سے جزیہ قبول نہ کیا جاتا۔ جب آیت زیر بحث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی کو بجبر و اکراہ اسلام میں داخل نہیں کیا جاتا تو پھر آیت مذکورہ اور سزائے ارتداد میں تعارض ظاہر کر کے اس آیت کو سزائے ارتداد کی نفی پر دلیل بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے ؟ جس اکراہ کی اس آیت میں نفی کی گئی ہے سزائے ارتداد سے اس اکراہ کا ہرگز اثبات نہیں ہوتا۔ یہ محض مغالطہ اور فریب ہے۔

اس لئے یہ کہنا تو صحیح ہے کہ "ہدایت کی راہ گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اس لئے بجبر داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہے" (حوالہ بالا) لیکن سزائے ارتداد کو بجبر اسلام میں داخل کرنے کے لئے سمجھنا ہی در اصل مضمون نگار کی غلط فہمی ہے اور سزائے ارتداد سے یہ نتیجہ نکالنا ہی غلط ہے کہ مرتد کو جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل کیا جا رہا ہے جیسا کہ تفصیل بالا سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔

دوسری دلیل اور اس کا تجزیہ

دوسری دلیل مضمون نگار نے سزائے ارتداد کی نفی پر اس طرح پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں :- پھر قرآن کریم سورہ البقرۃ آیت ۲۱۷ میں فرماتا ہے (اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرے، پھر مر جائے، حالانکہ وہ کافر ہی ہے، سو یہی ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے اور یہی آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے) یہاں مرتد کی حالت کفر پر مرنے کا ذکر ہے، نہ اس کے قتل کرنے کا" (نوائے وقت مذکور)

(باقی صے ۱۶ پر)

رجسٹرڈ ایل ۱۳۲ | ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور | فون ۶۷۷۱۵

یادِ رفتگاں

از شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ۶ ذوالقعدہ ۱۲۴۴ھ سوموار کے دن چاشت کے وقت قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ہدایت احمد صاحبؒ پینتیسویں پشت پر حضرت ابو ایوب خالدؓ بن زید انصاری الخزرجی سے جا ملتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے بعمر پینتیس سال ۱۲۵۲ھ میں گورکھ پور میں انتقال فرمایا اس وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کی عمر صرف سات سال کی تھی، مولانا کے دو حقیقی بھائی تھے، ایک بڑے مولانا عنایت احمد صاحبؒ جو فارسی کی ابتدائی کتابوں میں مولانا کے استاد بھی تھے اور دوسرے چھوٹے سعید احمد جو نو سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور دو بہنیں تھیں ایک حقیقی مسماۃ فصیحًا اور دوسری سوتیلی جن کا نام امۃ الحق تھا۔ حضرت مولاناؒ کا ایک لڑکا ولادت کے بعد چند ایام کی عمر میں فوت ہو گیا تھا اور دوسرا صاحبزادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحبؒ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۲۷۸ھ کو پیدا ہوا، اور ایک لڑکی بنام اصفی تین چار سال کی عمر میں انتقال کر گئیں اور دوسری صاحبزادی صفیہ خاتون تھیں جو حافظ محمد یعقوب صاحبؒ کی والدہ تھیں، مولانا نے نو عمری ہی میں فارسی کی کتابیں کرنال میں اپنے ماموں مولانا محمد تقی صاحبؒ سے پڑھیں جو فارسی کے قابل ترین استاد تھے، علم فارسی سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو عربی کا شوق ہوا۔ آپ نے ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں مولانا محمد بخش صاحب رامپوریؒ سے پڑھیں، استاد کی ترغیب سے آپ نے بعمر سترہ سال ۱۲۶۱ھ میں دہلی کا سفر کیا اور مولانا قاضی احمد الدین صاحب جہلمیؒ سے تعلیم شروع کی۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے ایک سال بعد ۱۲۶۲ھ میں استاد الکل حضرت مملوک العلی صاحبؒ سے جو دہلی میں اجمیری دروازہ کے قریب صدر مدرس تھے تعلیم شروع کی اور پھر دونوں حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ ہم سبق ہو گئے اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کر لیں اور حفظِ قرآن پاک کی نعمت عظمیٰ سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ آپ کا نکاح آپ کے حقیقی بڑے ماموں مولانا محمد تقی صاحبؒ کی صاحبزادی خدیجہ خاتونؒ سے ہوا، حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر سلاسل اربعہ میں بیعت کی، ظالم برطانیہ کے خلاف جب رمضان ۱۲۷۳ھ مئی ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں تحریکِ آزادی شروع ہوئی تو اس جہاد میں (جس کو کم بخت مؤرخ غدر لکھنے سے نہیں چوکتے) حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ نے بھرپور حصہ لیا۔ مؤخر الذکر تو جہاد شاملی میں شہید ہو گئے، اس جہاد کی پُر زور تحریک کئی وجوہ کی بنا پر ناکام ہو گئی، اور سابق تینوں حضرات کے خلاف حکومت برطانیہ نے وارنٹ گرفتاری جاری کئے اور گرفتار کرنے والوں کے لئے صلہ اور انعام تجویز کیا اس لئے طالبِ دنیا لوگ ان کی تلاش میں ساعی اور ان کو گرفتار کروانے کی تگ و دو میں سرگرداں رہے۔ حضرت گنگوہیؒ اپنے مرید صادق جناب راؤ عبداللہ خاں صاحبؒ کے اصطبل اسپاں میں پنجلاسہ ضلع انبالہ میں روپوش ہو گئے، کسی بدبخت مُخبر نے حکومت کو خبر کر دی اور سرکاری عملہ آ پہنچا اور راؤ صاحبؒ سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کے بہانہ سے پورے اصطبل کا محاصرہ کر کے تلاشی لی مگر اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ان کی نگاہ سے اوجھل رکھا اور وہ خائب و خاسر ہو کر بے نیلِ مرام واپس چلے گئے لیکن برطانیہ ظالم کی آتشِ انتقام اس سے کب ٹھنڈی ہو سکتی تھی تھی، مولانا کا تعاقب اور تلاش بدستور جاری رہی، مولانا وہاں سے رخصت ہو کر رامپور پہنچے اور حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کے مکان میں ٹھہرے اور وہیں سے ۱۲۷۶ھ کے شروع میں گرفتار کر لئے گئے اور سہارنپور کے جیلخانہ میں پہنچا کر جنگی پہرہ کی نگرانی میں دے دیئے گئے، تین چار دن آپ کو کال کوٹھڑی میں اور پھر پندرہ دن جیلخانہ کے حوالات میں مقید رکھا گیا، اس کے بعد پیدل ہی براستہ دیوبند مظفر نگر کے جیل خانہ میں منتقل کر دیا گیا اور تقریبًا چھ ماہ وہاں رہے بالآخر اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے باعزت رہائی نصیب ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ظالم برطانیہ کے قدم مضبوط ہو چکے تھے اور کوئی خطرہ باقی نہ رہا، اس لئے مسلمانوں کی ایک مقتدر شخصیت کو رہا کر کے ہی ملکی شورش کو ختم کرنا مناسب سمجھا گیا، اور مولوی ابوالنصرؒ اور ان کے والد مولوی عبدالغنی صاحبؒ وغیرہ متعلقین و احباب کی معیت میں گنگوہ پہنچے اور گنگوہ میں ۱۳۱۴ھ تک ایک کم پچاس سال تک برہما، سندھ، بنگال، پنجاب، مدراس، دکن، برار اور افغانستان وغیرہ اطراف و اکناف کے طلباء دین آپ سے مستفید ہوتے رہے۔ ۱۲۸۰ھ میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی اور یہ حجِ فرض تھا۔ دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں نصیب ہوا جو حجِ بدل تھا اور تیسرا حج ۱۲۹۹ھ میں کیا، یہ بھی حج بدل تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اولاد صالح سے بھی نوازا اور بے شمار دینی خدمات آپ سے لیں اور لاتعداد تلامذہ، خلفاء اور اولاد کے صدقہ جاریہ کے علاوہ "فتاویٰ رشیدیہ" اوثق العریٰ، ہدایۃ الشیعہ، سبیل الرشاد امداد السلوک، القطوف الدانیہ، زبدۃ المناسک، لطائف رشیدیہ، رسالہ تراویح، رسالہ وقف، فتویٰ ظہر احتیاطی، فتویٰ میلاد، ہدایۃ المعتدی، رسالہ خطوط وغیرہ علمی ذخیرہ چھوڑ کر ۱۳۲۳ھ میں اللہ تعالےٰ کو پیارے ہو گئے

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را (آمین)

بقیہ ـــــ سزائے ارتداد

سورہ بقرہ کی اس آیت ۲۱۷ سے مرتد کے لئے سزائے قتل کی نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ اس آیت میں ارتداد پر دنیا اور آخرت میں حبط اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے اور دنیا میں حبط اعمال کے اندر یہ بھی داخل ہے

(باقی آئندہ)